19
9

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۸ فروری ۱۹۵۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْتُ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ الَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهِ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا فَقَالَ اَصْحَابُهُ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ وَاِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ ۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں ۔ آپؐ نے (ہم لوگوں کو مخاطب کرکے) فرمایا ۔ تم جانتے ہو یہ دونوں کتابیں کیسی ہیں ۔ ہم نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ہم کو معلوم نہیں ۔ آپ فرمائیں تو معلوم ہو ۔ آپ نے سیدھے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ۔ یہ کتاب پروردگار عالم کی طرف سے ہے اس میں جنتیوں کے نام ان کے باپوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں اور ان کے آخر میں ان کی جمع بندی (یعنی میزان) کی گئی ہے ۔ اب نہ اس میں کچھ بڑھایا جا سکتا ہے ۔ اور نہ گھٹایا جا سکتا ہے ۔ اس کے بعد آپؐ نے اُلٹے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ۔ یہ کتاب (بھی) پروردگار عالم کی طرف سے ہے اس میں دوزخیوں کے نام ان کے باپوں اور قوموں کے نام درج ہیں اور آخر میں جمع بندی کی گئی ہے (یعنی میزان دے دی گئی ہے) اب نہ اس میں کچھ زیادہ کیا جا سکتا ہے اور نہ کم ۔ صحابہؓ نے یہ (سُن کر) عرض کیا ۔ یا رسول اللہؐ جب سب کچھ لکھ دیا گیا ہے تو عمل سے کیا فائدہ ۔ آپ نے فرمایا کہ درست کرو عمل کو اور راہ حق کو مضبوط پکڑ لو ۔ اور خدا کی قربت کو تلاش کرو ۔ اس لئے کہ جنتی کے آخری عہد کے کام جنتیوں کے سے ہوں گے اگرچہ وہ (ساری عمر) کیسے ہی (اچھے بُرے کام کرتا رہا ہو) اور دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کاموں پر ہوگا ۔ خواہ وہ (ساری عمر) کیسے ہی (اچھے بُرے) کام کرتا رہا ہو ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو حرکت دی ۔ اور کتابوں کو رکھ دیا اور فرمایا تمہارا رب بندوں کے کام سے فارغ ہو چکا (یعنی حکم لگا چکا کہ) ایک جماعت جنّت میں جائے گی اور ایک گروہ دوزخ میں ۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّمَا فُقِئَ فِيْ وَجْنَتَيْهِ حَبُّ الرُّمَّانِ فَقَالَ اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِهٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَيْكُمْ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوْا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَنَازَعُوْا فِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ۔

ترجمہ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ پر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے (اور ہماری گفتگو کو سُن کر) غصّہ سے آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا ۔ اتنا سُرخ گویا کہ انار کے دانوں کا پانی آپؐ کے رخساروں میں نچوڑ دیا گیا ہے ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم کو یہی حکم دیا گیا ہے ؟ کیا میں تمہارے درمیان اسی لئے بھیجا گیا ہوں ۔ تم سے پہلے جو قومیں گذری ہیں ۔ جب انہوں نے اس مسئلہ پر مناقشہ کیا تو ان کو ہلاک کر دیا گیا ۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں اور (مکرر) قسم دیتا ہوں کہ تم (آئندہ) اس مسئلہ میں جھگڑا نہ کرنا (اور کوئی بحث وگفتگو نہ کرنا) اور ابن ماجہ نے اس قسم کی روایت عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے جس کو انہوں نے اپنے باپ اور دادا سے نقل کیا ہے ۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَرْضِ فَجَاءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ ابو موسےؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے آدمؑ کو ایک مُٹھی (خاک) سے پیدا کیا ۔ جس کو تمام زمین میں سے لیا گیا تھا ۔ پس پیدا ہوئی اولاد آدمؑ کی موافق زمین کے (یعنی جس قسم کی مٹّی تھی اُسی قسم کی) بعض ان میں سے سرخ (رنگ کی) بعض سفید اور بعض سیاہ اور بعض (ان رنگوں کے درمیان) اور بعض ان میں سے نرم مزاج اور بعض سخت مزاج اور بعض ان میں سے ناپاک اور بعض پاک

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيْشَةٍ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ ۔ (رواہ احمد) **ترجمہ** : ابوموسیٰ کہتے ہیں ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دل پَر کی مانند ہے ۔ (ہاں اُس پر کی مانند) جو کھلے میدان میں پڑا ہو ۔ اور جس کو ہوائیں اُلٹ پلٹ کر رہی ہوں ۔

ہفت روزہ "خدام الدین" کی توسیع اشاعت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۸ شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۵۸ء | شمارہ ۴۲

میثاق بغداد

گزشتہ ماہ میثاق بغداد کی کانفرنس انقرہ میں منعقد ہوئی۔ قارئین کرام جانتے ہیں کہ میثاق بغداد کے پانچ ارکین میں سے چار مسلمان ہیں اور ایک رُکن انگریز ہے۔ چار مسلم ممالک پاکستان۔ ایران۔ عراق اور ترکی ہیں۔ ان کے علاوہ امریکہ فوجی کمیٹی کا رُکن ہے اور اُس کے مندوب میثاق کی کانفرنس میں صرف بطور مبصر شمولیت کرتے ہیں۔ دفاعی معاہدہ کا پہلا اور آخری مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسکے فوائد رکن ممالک کو پوری طرح حاصل ہوں۔ ہر ایک رُکن کی مساوی حیثیت ہو۔ اور ساتھی اراکین ایک دُوسرے ممالک کی تکالیف کا نہ صرف احساس کریں۔ بلکہ مداوا بھی سوچیں۔ میثاق بغداد کے تین مسلم ممبروں کو اس وقت فوجی نوعیت کے مسائل درپیش ہیں۔ پاکستان کے لئے کشمیر اور نہری پانی کا مسئلہ۔ عراق کے لئے فلسطین کا مسئلہ اور ترکی کے لئے قبرص کا مسئلہ۔ ایران کو اگر فوجی نوعیت کا نہیں تو اقتصادی بحران جیسا مسئلہ درپیش ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ اس میثاق میں شریک مغربی طاقتیں رکن ممالک کے مسائل میں نہ صرف یہ کہ براہ راست کوئی دلچسپی نہیں لیتیں۔ بلکہ ان مسائل کو میثاق کی مجالس میں پیش بھی نہیں ہونے دیتیں۔ چنانچہ اس دفعہ برطانیہ نے حسب معمول ان مسائل کو زیر بحث لانے کی مخالفت کی۔ امریکہ کا رویّہ بھی برطانیہ سے مختلف نہیں ہے اور نوری السعید عراقی نمائندہ اور مسٹر ڈلس میں کافی نوک جھونک ہوئی۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ جب معاہدہ کے مغربی رُکن ایشیائی ممالک کے مسائل میں دلچسپی نہیں لیتے۔ تو پھر معاہدہ کا مقصد ہی کیا ہے؟ مغربی طاقتیں کیا میثاق کو صرف اپنے **مقاصد** کے لئے ہی استعمال کرنا چاہتی ہیں؟۔ امریکہ کے نمائندوں نے پاکستانی وزیر اعظم کے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا کہ جب امریکہ ایک طرف اپنے مفاد اور دفاع کے پیش نظر بے شمار ممالک سے معاہدات کئے ہوئے ہے تو اس کا "غیر جانبدار" ممالک کو امداد دینا کیا معنیٰ؟ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ میثاق ڈیڈ لیٹر ہو گئے ہیں۔ بلکہ جہاں تک مغربی ممالک کے اپنے مفادات کا تعلق ہے۔ وہ ان کو موقعہ پر استعمال کرنے سے کبھی نہیں چوکتے۔ چنانچہ اسی حالیہ کانفرنس کا بڑا مقصد بلکہ صرف یہی ایک مقصد تھا کہ میثاق بغداد میثاق اوقیانوس (نیٹو) اور معاہدہ جنوب مشرقی ایشیا (سیٹو) کو آپس میں ملا دیا جائے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس "اتحاد ثلاثہ" کا سب سے بڑا فائدہ صرف مغربی ممالک ہی کو پہنچے گا۔ کیونکہ وہ اپنے ذرائع اور وسائل کے اعتبار سے تمام دُنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اسلامی ممالک مغربی طاقتوں کے عالمی حریف نہیں کہ ان کو نیٹو یا سیٹو کی سرگرمیوں سے امریکہ یا برطانیہ کی طرح دلچسپی ہو۔ اگر انہوں نے مغربی طاقتوں کا حلیف بننا منظور کیا ہے۔ تو ان کے مقاصد یہی ہیں کہ طاقتور بیرونی ممالک کی مدد سے اُن کے مسائل سلجھ جائیں اگر یہ مقصد پُورا نہیں ہوتا اور مغربی طاقتیں انہیں صرف اپنے کاسہ لیسوں یا اقوام متحدہ میں ووٹوں کی خاطر .. استعمال کر رہی ہیں تو وہ ان میثاقوں میں سے جتنی جلدی نکل آئیں اتنا ہی بہتر ہے۔

ہماری رائے میں کمیونسٹ بلاک ہو یا امریکی بلاک دونوں کو مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں۔ بلکہ وُہ موقعہ لگے تو مسلمانوں سے دشمنی کرنے سے بھی نہیں ڈرتے۔ ان دونوں پر یہ ضرب المثل پوری طرح صادق آتی ہے۔ سگ زرد برادر شغال۔ لیکن دونوں میں سے روسی بلاک میں۔ یہ خوبی ضرور ہے۔ کہ وُہ آڑے وقت میں اپنے حلیفوں کے کام آتے ہیں۔ مصر اگر برطانیہ فرانس اور اسرائیل کی زد سے بچا تو روس کی مدد سے۔ کشمیر کے معاملہ میں ہندوستان کے حق میں ویٹو کی دھمکی سے روس نے مغربی طاقتوں کو اپنے ریزو لیوشن میں ترمیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن ہم اپنی حکومت سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے حلیفوں نے آپ کی کس موقعہ پر مدد فرمائی۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو ایسے حلیفوں سے تعلقات رکھنے کا فائدہ!

> **خدام الدین کے ایجنٹوں کی خدمت میں**
>
> خدام الدین کے ایجنٹوں کے پاس سینکڑوں روپوں کی رقم بقایا ہے۔ برادران عزیز سچا اور کھرا مُسلمان وہ ہے جو عبادات اور معاملات دونوں میں کھرا ہو۔ آپ کا فرض ہے کہ خدام الدین کے خریداروں سے جو رقم وصول ہوئی اس میں سے اپنی کمیشن وضع کر کے بقیہ رقم بر ہفتہ فوراً دفتر میں بھیجدیں ورنہ اشاعت میں جو رکاوٹ پیدا ہوگی۔ عنداللہ آپ اُس کے ذمہ دار ہوں گے۔
>
> ادارہ

سیکولر بھارت میں

معاصر الجمعیتہ کی یہ اطلاع کہ ہندوستانی مسلمان بدترین اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے لئے یہ ایک نہایت تکلیف دہ خبر ہے۔ دُنیا کے بیشتر پسماندہ بالخصوص ایشیائی ممالک آج معاشی تکالیف کا شکار ہیں۔ لیکن سوائے ہندی مسلمانوں کے باقی مُسلمانوں کی اقتصادی تنگیوں کی اور وجوہات ہوں گی۔ وہاں کی حکومتوں کا قصور ہوگا۔ ملکی چور بازاروں اور ناجائز سرمایہ اندوزوں کی حرکات ہوں گی۔ یا کوئی اور ازیں قسم وجہ لیکن ہندوستانی مُسلمانوں کی بد حالی صرف اس لئے ہے کہ وُہ مُسلمان ہیں اور یہ سب کچھ سیکولر بھارت میں ہو رہا ہے۔ جہاں کے وزیر اعظم اپنی جمہوریت کو مغربی اور مشرقی جمہوریت دونوں سے افضل سمجھتے ہیں وہاں یہ حال ہے کہ مسلمان کی جائز نمائندگی تو کجا ان کو کسی حد تک بھی نمائندگی نہیں دی جاتی۔ سیکولر بھارت یہ حقائق بھول جاتا ہے کہ

باقی صفحہ ۱۴ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ یکم شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

ایک خطرناک مہلک غلطی

مغربی پاکستان کے باشندوں میں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو کہ تقریباً ہر بستی۔ ہر قصبہ۔ ہر شہر میں پھیلا ہوا ہے۔ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھدار بڑا عقلمند اور تعلیمیافتہ خیال کرتا ہے۔ اس طبقہ میں شامل ہونے والے اکثر افراد ایک خطرناک مہلک غلطی میں مبتلا ہیں۔ خود تو وہ اللہ تعالےٰ کے دین اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہے جس کا منبع قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے اور جن مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اس تعلیم الٰہی کا حامل اور عامل بنایا ہے۔ ان کا نام توہین آمیز طریقہ سے لیتا ہے۔ ان کا نام بجائے علمائے کرام یا علماء دین لینے کے انہیں مُلّا کے لفظ سے پکارتا ہے اور وُہ طبقہ دل میں خوب سمجھتا ہے کہ میں نے اس نام سے حاملین دین کو پکار کر ان کی توہین کی ہے اور ان کا مذاق اُڑایا ہے قرآن مجید کو پڑھ کر دیکھ لیجیے۔ گزشتہ ہلاک ہونے والی قوموں میں بھی یہی خطرناک غلطی تھی جو ان کے لئے عذاب الٰہی سے ہلاکت کا باعث بنی۔

حاملین دین الٰہی پر مذاق اڑانیوالے پہلے اور موجودہ دور کے لوگوں میں ایک فرق

پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام پر استہزا (ٹھٹھا) کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی اُمت کے علمائے کرام ہی کتاب و سُنت کی تبلیغ و اشاعت کریں گے۔ اور یہ فریضہ دراصل انہیں حضرات کا ہے۔ شہادۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو:

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ۔ ترجمہ بیشک علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں۔ اور انبیاءؑ نے انہیں دینار اور درہم کا وارث نہیں بنایا سوائے اس کے نہیں کہ انہیں علم کا وارث بنایا ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے جو علم انبیاء علیہم السلامؑ کو دیا تھا۔ وُہ علم علمائے دین کے سینوں میں آیا ہے۔

مجرم دونوں ہی ہوں گے

جس طرح قومیں انبیاء علیہم السلام پر استہزا کرنے کے باعث مجرم قرار دی گئی تھیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کرنے والے علماء کرام پر استہزاء (ٹھٹھا) کرنے والے بھی عند اللہ مجرم ہوں گے اور جس طرح وہ لوگ عذاب الٰہی سے ہلاک ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح آج کل کے دین الٰہی اور حامل دین پر ٹھٹھا کرنے والے اور ان کی توہین کرنے والے بھی عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ ہاں وہ ان مجرموں کو معاف کر دے تو اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور اگر عذاب ہی کرنا چاہے تو اس کی میعاد کو کوئی نہیں جانتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان استہزا اور ٹھٹھا کرنے والوں کو دُنیا میں عذاب نہ ہی کرے۔ اور قبر میں دفن کرا کر قبر کو حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ۔ ترجمہ۔ دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دے۔ اللھم انا نعوذ بک من عذاب القبر و عذاب النار

استہزأ پر سزا کے شواہد

پہلا

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۝ (سورہ یٰس رکوع ۲ پارہ ۲۳)۔ ترجمہ۔ کیا افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس کوئی بھی ایسا رسول نہیں آیا۔ جس سے انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔ کیا یہ نہیں دیکھ چکے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ وُہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ہر قوم نے اپنے پیغمبر پر ٹھٹھا کیا اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئی۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی دیکھتے اور سُنتے ہیں کہ دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کرکے غارت ہو چکی ہیں۔ جن کا نام و نشان مٹ چکا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر ادھر واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پِس کر برابر ہو گئیں۔ اس پر بھی عبرت نہیں ہوتی۔ جب کوئی نیا رسول آتا ہے۔ وہی تمسخر اور استہزا شروع کر دیتے ہیں۔ جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار مکہ کا یہی معاملہ ہے۔

اور آج کل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور اصلی دین یعنی کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کرنے والے علماء کرام کے ساتھ وہی سلوک کر رہے ہیں جو ہمیشہ باطل پرست قومیں حق پرست انبیاء علیہم السلام سے کرتی آئی ہیں۔

دیندار طبقہ سے درخواست

میرے دیندار بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا سطریں ان لوگوں کو ضرور پہنچا دیں جو دین اسلام پر تمسخر کرنے کے عادی ہیں شاید کہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈر کر اس گناہ سے توبہ کرلیں اور ان کی عاقبت اچھی ہو جائے۔

دُوسرا

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا

الَّذِینَ ضَلَّ سَعْیُہُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ یَحْسَبُونَ اَنَّہُمْ یُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ کَفَرُوا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَہُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا ۝ ذٰلِکَ جَزَآؤُہُمْ جَہَنَّمُ بِمَا کَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ ھُزُوًا ۝ (سورہ الکہف - رکوع ۲ پ ۱۶)۔

ترجمہ - کہہ دو کیا میں تمہیں بتاؤں - جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں - یہ وہی لوگ ہیں - جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس کے روبرو جانے کا انکار کیا ہے - پھر ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کرینگے یہ سزا ان کی جہنم ہے - اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا تھا۔

نتیجہ

بالکل صاف ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام اور اُن کے پہنچانے والے انبیاء علیہم السلام جو مذاق کیا کرتے تھے - اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ کے داخلہ کا وعید سنایا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اے موجودہ دور کے عقلمندو - اسلام کے احکام اور ان کے پہنچانے والوں پر مذاق کرنے سے باز آ جاؤ - ورنہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔

تیسرا

وَاِذَا رَاَوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا اَھٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِہَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْہَا وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ (سورہ الفرقان رکوع ۴ پ ۱۹) - ترجمہ:- اور جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو بس تم سے مذاق کرنے لگ جاتے ہیں - کیا یہی ہے - جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا - اس نے تو ہمیں اپنے معبودوں سے ہٹا ہی دیا تھا - اگر ہم ان پہ قائم نہ رہتے اور انہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا - جب عذاب دیکھیں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔

نتیجہ

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مذاق کرنے والوں کو عذاب الہی کی اطلاع دی گئی ہے

چوتھا

وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ فَاسْتَکْبَرْتُمْ وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّالسَّاعَۃُ لَا رَیْبَ فِیْہَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَۃُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ۝ وَبَدَا لَہُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِہِمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ ۝ (سورہ الجاثیہ رکوع ۴ پ ۲۵)

ترجمہ:- اور وہ جنہوں نے کفر کیا (انہیں کہا جائیگا) کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں - پھر تم نے غرور کیا اور تم نافرمان لوگ تھے اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہم تو اس کو محض خیالی بات جانتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں اور ان پر ان کے اعمال کی برائی ظاہر ہو جائیگی اور ان پر وہ آفت آ پڑیگی جس سے ٹھٹھا کرتے تھے

نتیجہ

تعلیم الہی کو تسلیم نہ کرنے بلکہ احکام الہی پر استہزا (ٹھٹھا) کرنے کے باعث عذاب الہی میں مبتلا کئے جائیں گے۔

عبرت

موجودہ دور کے اسلامی احکام اور ان کے مبلغین پر مذاق اُڑانے والوں کو آنکھیں کھول کر ٹھٹھا کرنے والوں کے انجام کو دیکھنا چاہیئے اور کان کھول کر عذاب الہی کے اعلان کو سن لینا چاہیئے۔

پانچواں

وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِہَتَکُمْ وَہُمْ بِذِکْرِ الرَّحْمٰنِ ہُمْ کٰفِرُوْنَ ۝ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْہِہِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُہُوْرِہِمْ وَلَا ہُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِیْہِمْ بَغْتَۃً فَتَبْہَتُہُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّہَا وَلَا ہُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝

(سورۃ الانبیاء رکوع ۳ پ ۱۷)

ترجمہ اور جہاں تمہیں کافر دیکھتے ہیں تو انہیں تجھ سے سوائے ٹھٹھا کرنے کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا نام لیتا ہے اور وہ رحمٰن کے نام سے منکر ہیں۔ آدمی جلد باز بنایا گیا ہے۔ میں تمہیں اپنی نشانیاں ابھی دکھاتا ہوں۔ سو جلدی مت کرو۔ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔ کاش یہ منکر اُس وقت کو جان لیں کہ اپنے مونہوں اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو روک نہ سکیں گے۔ اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔ بلکہ وہ ان پر ناگہاں آئے گی۔ پھر وہ ان کے ہوش کھو دے گی۔ پھر نہ اسے ٹال سکیں گے۔ اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

حاصل

یہ ہے کہ یہ لوگ دین سے اعراض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مذاق اڑانے کے باعث جہنم رسید کئے گئے ہیں۔

دوزخی سے بہشتی بن سکتے ہیں

انبیاء علیہم السلام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مذاق کرنے والوں کو دوزخ کا وعید قرآن مجید کے متعدد مقامات سے سنایا جا چکا ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ان کے لئے کھل سکتا ہے اور جس طرح پہلے اپنی بداعمالی کے باعث دوزخی ہو چکے تھے۔ اب اگر صدق دل سے توبہ کریں تو ان کا ٹھکانہ بجائے جہنم کے بہشت میں ہو سکتا ہے۔

شاہنشاہی اعلان ملاحظہ ہو

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَہُمْ نَصِیْرًا ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَہُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (سورۃ النساء رکوع ۲۱ پ ۵)

ترجمہ بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجہ میں ہوں گے اور تو ان کے واسطے کوئی مددگار ہرگز نہ پائے گا۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور اللہ (کے دین) کو مضبوط پکڑا اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا تو وہ لوگ ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور

اللہ تعالےٰ جلدی ایمان لانے والوں کو بہت بڑا ثواب دے گا

دونوں گناہ کبیرہ تھے

برادران اسلام جس طرح نفاق گناہ کبیرہ تھا۔ اسی طرح پیغمبروں پر ٹھٹھا کرنا بھی کبیرہ تھا۔ چنانچہ دونوں قسم کے مجرموں کے لیئے داخلہ جہنم کا وعید سنایا گیا تھا لہذا جس طرح نفاق کے گناہ کے مرتکب کو توبہ کے بعد معاف کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح پیغمبروں پر ٹھٹھا کرنے والے مجرموں کو بھی بخش دیا جائے گا۔ بشرطیکہ سچے دل سے توبہ کریں۔

ہاں ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ (سورۃ النساء رکوع ۳ پ) ترجمہ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہانتک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ ور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان کے لیئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

پارٹی کا ہر ممبر غصے سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا

احکام اسلام پر اور حاملین دین الٰہی پر مذاق اڑانے والوں کی بھی بڑے بڑے شہروں میں بڑی بڑی پارٹیاں ہیں۔ بقول شخصے۔ شعر

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

جب یہ لوگ آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو علماء دین پر خوب دل کھول کر مذاق کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ مولویوں کی داڑھی پٹ سن کا جنگل ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ داڑھی والے بکرے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ

ان بے تمیزوں کو علم نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک لاکھ چوبیس ہزار دنیا میں پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے دربار میں معزز اور مقرب تھے۔ اور دنیا میں بسنے والے شریف اور مہذب انسانوں کے راہ نما تھے اور وہ سب حضرات داڑھی والے تھے۔ کسی ایک پیغمبر نے بھی داڑھی نہیں منڈائی۔

ایک چور اور ساتھ ہی چتر

حق پرست با خدا ہادیان دین الٰہی اور بارگاہ الٰہی میں معززین کے تمدن سے ہٹے ہوئے ہونے کے باوجود بجائے اس کے کہ اپنی نفس پرستی پر شرمندہ ہوں الٹا شریف اور انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کو زندہ رکھنے والے انسانوں پر پھبتیاں اڑانا کہاں کی شرافت ہے۔ اسی بے ہودی والوں کے لیئے یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک چور اور ساتھ ہی چتر

اسی پارٹی کے ممبروں کی قیامت کے دن کی حالت

یہ ہوگی۔ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا۔ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا۔ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا۔ (سورہ الفرقان رکوع ۳ پ) ترجمہ اور اس (قیامت کے) دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا۔ کہے گا۔ اے کاش۔ میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ ہائے میری شامت کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اسی نے تو نصیحت کے بعد مجھے بہکا دیا۔ اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہی ہے

مثلاً اس پارٹی کے ممبر

یہ یاد کریں گے کہ میرے یاروں نے مجھے علماء دین سے تو نفرت دلائی اور سینما دیکھنے اور ڈانس کھیلنے اور گانے بجانے کا شوق دلایا۔

دیندار طبقے سے درخواست

میرے معزز دیندار بھائیو۔ راہ راست سے بھٹکے ہوئے بے دین نوجوانوں کو میری یہ معروضات سنا دیں۔ خواہ وہ بے دین طبقہ کے لوگ مرد ہوں یا عورتیں۔ ممکن ہے کہ ان الفاظ کے سننے سے شیطان کے پنجے سے آزاد ہو جائیں اور اپنی دنیا اور آخرت سنبھال لیں

مقصد بعثت کا اجمالی خاکہ

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۔ (سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پ ۶) ترجمہ اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے۔ اسے پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔

حاصل

ارشاد باری تعالےٰ سے یہ چیز واضح ہو گئی کہ آپؐ کی بعثت کا مقصد تبلیغ و اشاعت قرآن ہے۔

حضورؐ کے متعلق دوسرا ارشاد باری تعالیٰ

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ۔ (سورۃ الحجر رکوع ۶ پ ۱۴) ترجمہ۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہانتک کہ تمہیں موت آئے۔

حاصل

یہ نکلا کہ آپ کے ذمے جو فرائض عبدیت ہیں۔ انہیں آخر دم تک نباہیئے ان فرائض عبدیت میں گزشتہ آیت میں ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے فرائض میں تبلیغ قرآن مجید بھی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس کتاب و سنۃ کے علماء دین پر بھی یہی فرض عائد ہوگا

کہ زندگی کے آخری لمحہ تک کتاب و سنۃ کی اشاعت کرتے رہیں۔ کیونکہ حضورؐ کی امت کے لیئے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا۔ (سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

لہذا علماء کرام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آخر دم تک قرآن مجید کا پیغام اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو پہنچاتے رہیں گے۔ اور حق پرست علماء کرام اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے۔ کہ کوئی مانتا ہے یا نہیں۔

اگر سُننے والے

نہیں مانیں گے۔ تو بھی قیامت کے دن یہ عذر پیش کر سکیں گے کہ اے اللہ ہمیں تو تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں تھا۔

آخری دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ کتاب و سُنّت کے ماننے والوں کو اللہ تم استقامت عطا فرمائے اور اسلام اور علماء دین پر مذاق کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ سنتے ہیں مم۔ یہ کہلواتے ہیں۔ دُعا کریں کہ وُہ مجھے اور آپ کو ویسا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ آج کا عنوان ہے:۔

دُنیا میں سب سے مشکل کام انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانا ہے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ع ۳ سورۃ الذاریٰت پ ۲۷

ترجمہ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا۔ تاکہ تم غور کرو۔) یعنی ہر اصل کے ساتھ نقل۔ کھرے کے ساتھ کھوٹا موجود ہے۔ انسانوں میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ کھوٹے اور نقلی انسانوں کی ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔ کھرے انسان ہمیشہ کم رہے ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو کھرے انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

دُنیا میں جتنے کام ہیں۔ سب کے کرنے والے کاریگر اللہ تعالےٰ نے پیدا کئے ہیں مثلاً بڑھئی۔ لوہار روئی دھننے والے کمہار درزی وغیرہ سب موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا کام آسان ہے۔ سب سے مشکل کام انسان بننا یا بنانا ہے۔ انسان بنانے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کی دُنیا میں نظیر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ ان کو صفات حمیدہ سے متصف بنا کر دُنیا میں بھجواتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ وہ دیانت۔ شرافت۔ للہیت خوف خُدا۔ اور دیگر صفات حمیدہ میں اپنی نظیر آپ ہوتے ہیں۔ وہ اعلمھم باللہ (سب سے زیادہ خداشناس) اتقی الناس (لوگوں میں سب سے زیادہ خدا ترس) ازہد الناس (لذائذ دنیوی میں سب سے زیادہ بے رغبت) اقرب الی اللہ (سب سے زیادہ اللہ کے قریب) اشرف الخلق (خلق خدا میں سب سے زیادہ شرافت پناہ) ہوتے ہیں اللہ ان کو ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا فرماتے ہیں۔ دنیا میں معصوم ہی رکھتے ہیں اور معصوم ہی دنیا سے اُٹھاتے ہیں غرضیکہ سب سے پاکیزہ ترین ہستیوں کو انسانوں کو انسان بنوانے کے لئے بھجواتے ہیں۔ دوسرے کام کرنے والے کاریگروں کے لئے ان صفات حمیدہ سے متصف ہونا ضروری نہیں۔ اونٹ گھوڑا ہاتھی، شیر وغیرہ سب منہ زور حیوان ہیں اور انسان سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ اونٹ کے ناک میں نکیل ڈالنا گھوڑے کے منہ میں لگام دینا۔ شیر اور ہاتھی کو سدھانا۔ یہ سب کام آسان ہیں۔ سب سے مشکل کام انسان کو انسان بنانا ہے۔

انسان کو انسان بنانے کے لئے آسمان سے ہدایات کا مجموعہ اللہ تعالےٰ نازل فرماتے ہیں۔ اور اس کے مطابق عمل کرکے انسان انبیاء علیہم السلام بناتے ہیں۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محنت سے ساری اُمت میں سے ان کے ۱۲ حواری انسان بنے نوح علیہ السلام کی ۹۵۰ سالہ دن رات

کی تبلیغ سے ۷۰ یا ۷۲ انسان بنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاءؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک ہی پیدا کیا ہے۔ لیکن ان کے بگڑے ہوئے انسان آپؐ پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ کوئی آپؐ کو ساحر کوئی پاگل اور کوئی شاعر کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو تسلیاں دیتے ہیں۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ (سورہ القلم رکوع ۱ پ۲۹)۔ (ترجمہ قلم کی قسم اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار اجر ہے)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ الآیہ (سورہ یٰس رکوع ۴ پ۲۳) ترجمہ اور ہم نے اس (نبی) کو شعر نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے مناسب ہی تھا۔ حضرت موسےٰؑ کے متعلق فرعون اعلان کرتا ہے وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۝ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ۝ (سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ۲۵) ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہہ رہی ہیں۔ پھر کیا تم نہیں دیکھتے۔ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے۔ یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے۔ اس بے ایمان کی نظر میں یہ نبی کی پہچان ہے۔

یہ بگڑے ہوئے انسان ہیں جو انبیاءؑ کو ستاتے ہیں۔ انسان جب بگڑتا ہے تو ایسا بگڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی شکایت فرماتے ہیں۔ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝ (سورہ العلق پ۳۰) ترجمہ:۔ (ہرگز نہیں بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے) اللہ تعالیٰ انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ اس کی عطا کردہ نعمتیں بے بہا بھی ہیں اور بیش بہا بھی۔ فرماتے ہیں۔ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا الآیہ (سورہ ابراہیم ع۵۔ پ۱۳) ترجمہ (اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو)۔ یہ اس محسن سے سرتابی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو طرح طرح سے سمجھاتے ہیں کبھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر اس کو راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ الآیہ (سورہ الاعراف ع۱۰ پ۸)۔ ترجمہ (سو اللہ کے احسان یاد کرو)۔ کبھی گزشتہ تباہ شدہ قوموں کے واقعات سنا کر بغاوت کے نتائج سے ڈراتے ہیں۔

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ الآیہ (سورہ ابراہیم ع۱ پ۱۳) ترجمہ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا۔

در اصل قرآن مجید ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ لیکن اس کا رنگ چڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے دروازہ کے غلام جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ وہ قرآن مجید کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ ان کو ہی اللہ والے یا صوفیائے عظام کہا جاتا ہے۔ تعلیم قرآن مجید اور چیز ہے اور تزکیہ نفس اور چیز۔ قرآن مجید کے معلم علمائے کرام ہیں اور اس کا رنگ چڑھانے والے صوفیائے عظام۔

میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ الآیہ (سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پ۱)۔ ترجمہ۔ (اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

علمائے کرام اس رنگ کے رنگ فروش ہیں اور صوفیائے عظام اس کے رنگ ساز ہیں۔ رنگ فروش اور ہوتے ہیں۔ اور رنگ ساز اور۔ اگر آپ اپنی پگڑی کو رنگ دینا چاہتے ہیں۔ تو رنگ فروش سے رنگ خرید کر رنگ ساز کو دیں گے تو وہ اس کی تار تار میں رنگ پہنچا دے گا۔ بعینہٖ اسی طرح علمائے کرام آپ کو قرآن مجید کا رنگ تو دے دینگے یعنی وہ اس کے معانی اور مطالب تو سمجھا دیں گے۔ لیکن اس قال کو حال بنانے کے لئے صوفیائے عظام کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی صحبت میں بٹھا کر قرآن مجید کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے جن علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ میرے پاس بھجواتے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ علم دین سمجھ کر آئے ہیں دیندار بن کر نہیں آئے۔ یعنی دین کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر نہیں آئے۔ اس کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر تربیت کرانے کی ضرورت ہے۔ تربیت کے بغیر نہ عوام اور نہ علمائے کرام روحانی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ روحانی امراض ہی تو علمائے کرام کے سارے جھگڑوں کا سبب ہیں۔ امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو عوام کی طرح علماء کی قبریں بھی جہنم کا گڑھا ہوں گی۔ عالم قبر کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے اس کے لئے باطن کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ باطن کی آنکھوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورۃ الحج ع۶ پ۱۷) ترجمہ (پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں۔ اندھے ہو جاتے ہیں) ۔۔۔ دل کا بینا لاہور میں ایک لاکھ میں ایک بھی نہیں ہے۔ لاہور کی آبادی بعض کی رائے میں ۱۷ لاکھ ہے۔ بعض ۱۴ لاکھ بتلاتے ہیں۔ اگر ۱۴ لاکھ میں ۱۴ دل کے بینا ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا۔ نہ کفر رہتا۔ نہ شرک رہتا اور نہ بدعات رہتیں۔ یہ قحط الرجال اس لئے ہے کہ لاہوریوں کو اللہ والوں کی ضرورت نہیں۔ انہیں تو شراب کی دکانوں اور سینما کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ہاں اپنے اولیائے کرام کو بھجوا کر ان کی توہین کرا کے لاہور کو غرق نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ والوں کی توہین سے اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ قَالَ مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ الحدیث (رواہ البخاری) ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ جس

شخص نے میرے دوست کو اذیت دی۔ میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)

انسان وہ ہے۔ جس کے ہر عضو سے خیر ٹپکے۔ ہر انسان انسان نہیں ہوتا۔ انسانیت کا سائز یہی ہے۔ انسانیت اگر آئیگی تو اسی سائز میں آئے گی۔ بھیڑ، بکری یا کسی اور سائز میں نہیں آئے گی۔

جس طرح عطر فروش عطر شیشی میں ہی دے گا۔ ہتھیلی یا پڑیہ میں نہیں دے گا اس انسانیت کے ڈھانچہ میں ہر شخص انسان نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کو نظر آتا ہے کہ کوئی سئور۔ کوئی کتا۔ کوئی بھیڑیا ہے۔ میں نے اس قسم کے دو اللہ والے لاہور میں دیکھے ہیں۔ ان کو یہ نعمت نصیب تھی۔ اور انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ آدمیوں میں سے ہمیں کوئی سئور۔ کوئی کتا۔ کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ ان میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے لاہوریوں کو کبھی اللہ والوں کا پتہ نہیں بتلایا۔ یہ ان کو سناتے ہیں جو ان کی لڑکی یا لڑکے کو بی اے پاس کرا دے۔ وہ ولی۔ اگر وہ فیل ہو جائے تو وہ ولی نہیں۔ میرے حضرت دین پوری رح ایک دفعہ لاہور تشریف لائے۔ بہت دوستوں نے مجھ سے کہا کہ وقت لے دیجئے کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے ایک دن مغرب کے بعد حضرت رح کو تالاب کی مغربی جانب بٹھایا۔ خود چھوٹی مسجد کے دروازہ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ایک کو بھیجتا گیا۔ سب باری باری عرض کرکے اور جواب لے کر آتے گئے دوسرے دن حضرت رح نے مجھ سے شکایت فرمائی۔ کہ سب دنیا کی حاجتیں لے کر آئے۔ صرف ایک شخص نے اللہ کا نام پوچھا۔

یہ یاد رکھئے کہ ان سے اگر دنیا کی حاجات کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تو اس سے اللہ والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام پوچھا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو انسان بنا کر اس جہان سے اٹھائے۔

آمین یا الہ العالمین

کتبِ فقہ کا مطالعہ

از جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب سجاول

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں :۔

۱۔ پس باید ہمچنانکہ در مجلس شریف از کتب تصوف مذکور مے شود از کتب فقہیہ۔ نیز مذکور شود۔ و کتب فقہیہ بعبارت فارسی بسیار اند مثل مجموعہ خانی و عمدۃ الاسلام و کنز فارسی

بلکہ از کتب تصوف اگر مذکور نشود باک نیست کہ آں باحوال تعلق دارد۔ در قال نمے آید

و از کتب فقہی مذکور نا شدن احتمال ضرر دارد۔ (از مکتوب ۲۹ - دفتر اول۔

۲۔ فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید از تصوف نخواہند پرسید۔ دخول جنت و تجنب از نار وابستہ باتیان شریعت است۔

انبیاء صلوٰۃ اللہ تعالےٰ و تسلیماتہ علیہم کہ بہترین کائنات اند۔ بشرائع دعوت کردہ اند۔ و مدار نجات بداں نہادہ اند۔ و مقصود بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است۔

پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت است

(از مکتوب ۴۸ دفتر اول)

ترجمہ :۔ ۱۔ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں تصوف کی کتابوں سے بیان ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح فقہ کی کتابوں سے بھی بیان ہوتا رہنا چاہیئے فارسی میں فقہ کی کتابیں بہت ہیں۔ مثلاً مجموعہ خانی۔ عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی بلکہ اگر تصوف کی کتابوں سے بیان نہ بھی کیا جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق حال سے ہے اور قال میں نہیں آتیں۔ اور فقہ کی کتابوں میں سے بیان نہ کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہے

۲۔ کل کو قیامت کے روز شریعت کے بارے میں پرسش ہوگی (کہ اس کو سیکھ کر اس پر عمل کیا یا نہیں) تصوف کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچاؤ شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کی افضل ترین مخلوق ہیں، نے شریعت ہی کی دعوت دی ہے اور نجات کا دار و مدار شریعت ہی کی پیروی پر رکھا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد شریعت ہی کی تبلیغ ہے

لہذا سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ کہ شریعت کو رائج کرنے کی کوشش کی جائے

نوٹ :۔ اردو میں فقہ کی کتابوں کی کمی نہیں۔ اردو دان حضرات ان کا ضرور باقاعدہ مطالعہ جاری رکھیں۔ خود شریعت کے احکام پر عمل کریں۔ دوسرے بھائیوں کو ان کا عامل بنائیں۔

دعائے شرر

از جناب شرر قریشی ملتان

اے دو جہاں کے والی کہتا ہے اک سوالی　　در پر ترے کھڑا ہے پھیلائے جھولی خالی

کب تک رہے گا یارب! مشقِ ستم مسلماں　　منظور کر دعا کو مت پھیر مجھ کو خالی

اسلام کا یہ بوٹا پھر سے ہرا بھرا ہو　　ہے واسطہ اُسی کا بنیاد جس نے ڈالی

کب تک رہیں گے یارب تقدیر کے اندھیرے　　کب تک گھری رہینگی ہم پر گھٹائیں کالی

اُمّت کے گلستاں کو پھر نو بہار کر دے　　ہم ہیں چمن کے پودے تو ہے چمن کا مالی

دریا اُمنڈ رہا ہے طوفان آ رہے ہیں　　اے ناخدائے کشتی! اے بیکسوں کے والی

ہم جانتے ہیں سب کچھ اور ہے یقیں ہمارا　　مٹ کر رہے گی آخر دنیا ہے جو خیالی!

دہلی کی وُہ مساجد اور قلعۂ معلیٰ!　　لہرا دے ان پہ مولا! اب پرچم ہلالی

تیرے نبیؐ کی اُمّت! تیرے کرم کی سائل　　تیرا ہی آسرا ہے اے دو جہاں کے والی

ہے یہ دعا شرر کی منظور کر لے یارب!
در پر ترے کھڑا ہے پھیلائے جھولی خالی

★

استفتا

دربارۂ فلم دربار حبیب و فلم حج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسائل کہ

(۱) موجودہ دَور کے سینما اور فلم بینی مسلمان کے لئے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

(۲) سینما میں بحیثیت کھیل کے بیت اللہ شریف روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اماکن مقدسہ اور حج کے دُوسرے ارکان کو پیش کرنا کیسا ہے؟ جبکہ اس کے ساتھ موجودہ دَور کے سینما کے دُوسرے لوازمات بھی موجود ہوں۔

کیا اس قسم کی فلم دین کے ساتھ لہو و لعب کرنے کے مترادف نہیں اور کیا یہ شعائر اسلامی کی توہین نہیں؟

(۳) "دربار حبیب" نامی فلم جس میں یہ تمام مذکورہ امور موجود ہیں۔ اس کا دیکھنا دکھانا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا و توجروا!

(ڈاکٹر) عبد اللطیف عفی عنہٗ

الجواب } از دار الافتاء دار العلوم کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

بائیسکوپ اور سینما بلاشبہ ناجائز اور بہت سے کبیرہ گناہوں اور قبائح کا مجموعہ ہے۔ اس کے خود کرنے والے اور اعانت کرنیوالے سب گنہگار ہیں۔ اور جو شخص اس کی رغبت دلاتا ہے۔ وہ اعلٰے درجہ کا فاسق اور شیطان کا کام کرتا ہے اور جتنے لوگ اسکی تحریک سے اس گناہ میں مبتلا ہوں گے۔ ان سب کا گناہ اس کو بھی ہوگا۔ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ ان گناہوں کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

(۱) کسی جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً بلا استثنا حرام ہے۔ خواہ مجسمہ ہو یا محض نقش ونگار سے تصویر بنائی گئی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ جس میں تصاویر تھیں۔ آپؐ نے اس کو کھینچ ڈالا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں وہ لوگ ہونگے جو صفت خلق میں اللہ تعالٰی کی نقل اُتارنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے جانداروں کی تصاویر بنانے کی ممانعت ثابت ہوئی اور یہی جو کی [illegible] تصویروں کے استعمال اور بطور زینت رکھنے کی بھی ممانعت معلوم ہوئی۔ اس بارہ میں احادیث متواترہ کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جن میں تصاویر بنانے اور استعمال کرنے اور دیکھنے وغیرہ کی صریح ممانعت اور حرمت مذکور ہے اسی لیئے آئمہ اربعہ اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ قال الشامی فی مکروھات الصلٰوۃ وظاھر النووی فی شرح المسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان ــــ وسواءٌ فی ثوبٍ و بساط او درھم او اناءٍ او حائطٍ او غیرھا۔ شامی جلد ا صکک = اور تقریباً یہی مضمون فتح الباری اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں مذکور ہے۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو رسالہ التصویر لاحکام التصویر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) تصویر بنا کر اس کا علانیہ مظاہرہ کرنا شریعت کے احکام کا صریح مقابلہ ہے۔ اس سے زیادہ سخت گناہ ہے

(۳) پھر حرام کی طرف لوگوں کو دعوت بذریعہ منادی و اشتہارات دینا تیسرا گناہ ہے۔

(۴) پھر جتنے لوگ اس دعوت میں شریک ہوتے ہیں۔ ان سب کا گناہ اس کے سر پر بھی پڑا۔ اور وہ بھی گنہگار ہیں۔ اس لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سنۃً سَیِّئَۃً فَلَہٗ وزرھا و وزر من عمل بھا اوکما قال۔

(۵) قطع نظر دُوسرے محرمات کے خود یہ سارا تماشہ محض لہو و لعب ہو ناجائز ہے۔ کما فی الدر المختار کرہ کل لھو لقولہ علیہ السلام کل لھو المسلم حرام

(۶) گانا بجانا مستقل ایک گناہ ہے۔ اور بہت سے گناہوں کا مقدمہ ہے۔ لقولہ تعالٰی ومن الناس من یشتری لھو الحدیث

(۷) اختلاط بالنساء مستقل ایک گناہ ہے اور بہت سے گناہوں کا مقدمہ ہے۔ لقولہ علیہ السلام اذا خرجت امرءۃٌ استشرفھا الشیطان

(۸) صورت وشکل بدل کر تلبس کرنا بھی گناہ ہے۔ بالخصوص مرد کو عورت کی شکل اور عورت کو مرد کی شکل بنانا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔

(۹ و ۱۰ و ۱۱) خواتین کی تصاویر کو بے پردہ پیش کرنا یہ بھی چند گناہوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کی بے پردگی کو منسوب کرنا جو غیبت بھی ہے اور اگر خواتین مسلمان پردہ نشین ہیں تو افتراء بھی ہے۔ دوسرے اجنبی لوگ اگر ان کی طرف شہوت سے نظر کریں تو یہ نظر بھی گناہ ہے۔ اور اس کا سبب بننا بھی گناہ ہے کیونکہ اجنبی عورت کے کپڑے وغیرہ کو بھی شہوت سے دیکھنا جائز نہیں تو شکل تصویر کو دیکھنا بدرجہ اولٰی ناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ ان النظر الی امرءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرامٌ۔ درمختار میں بحث نظر میں ہے۔ ان دد بنۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری البشرۃ منہا۔ اور اگر خواتین مسلمان ہیں۔ اور دیکھنے والوں میں غیر مسلم بھی شریک ہیں تو گناہ کے ساتھ ایک بے غیرتی بھی ہے۔ اگر تتبع کیا جائے تو اسی قسم کے اور بہت سے گناہ نکلیں گے۔ مسلمانوں کے لیئے اتنے گناہوں کا ہونا ہی بچنے کے لیئے کافی ہے اور جس کو خدا کا خوف نہ ہو اس کو کوئی چیز مانع نہیں۔ الحاصل۔ اول تو سینما مطلقاً بہت سے معاصی اور قبائح اور منکرات شرعیہ کا مجموعہ ہے۔ خصوصاً دربار حبیب کا فلم اور فلم حج اور بھی زیادہ شناعت اور توہین پر مشتمل ہے۔ اوّل تو سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اماکن مقدسہ کی توہین ہے کہ اس کو آلۂ لہو و لعب بنایا گیا۔ علماء نے اس کو حرام بلکہ بعض نے کفر لکھا ہے کہ کوئی شخص واعظ کی نقل اُتارے اور لوگ اس کے ساتھ تمسخر کریں (کذافی عامۃ کتب الفقہ عن البحر) مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اسکی بندش کیلئے کوشش کریں اور اسکی شرکت سے باز رہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی باز رکھنے کی کوشش کریں واللہ اعلم بالصواب

احقر العباد محمد صابر نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱ نانک واڑہ

مہر دار الافتا کراچی ۱ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان

۲۶/۳/۷۷

از دار الافتا مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی

(۱) ہوالموفق سینما و فلم بینی سخت گناہ ہے اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ لہذا اس کا دیکھنا جائز نہیں۔

(۲) سینما کی حیثیت لہو و لعب کی ہے اور لہو و لعب ناجائز ہے اس لیئے سینما میں ان امور مذکورہ کو پیش کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ الدین ابو القاسم محمد صدیر عفی عنہ

مہر دار الافتاء مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی

الجواب صحیح
احتشام الحق عفی عنہ تھانوی

از مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان لاہور

جو شئے حرام ہے۔ وہ کسی بھی طریقہ سے حلال نہیں ہو سکتی۔ سینما مطلقاً بوجوہ کثیرہ حرام ہے۔ سینما دیکھنا گناہ عظیم ہے۔ فلم میں جبکہ آلات ملاہی کا استعمال اور تصاویر ذی روح کی نمائش اور گانا باجا لازمی جُزو ہیں اور ان کے بغیر کوئی فلم خالی نہیں دکھائی جاتی تو اس کے ناجائز و حرام ہونے میں کیا شک ہے۔ اس پر قرآن عزیز کی وعید شدید وارد اور یہ "لہو الحدیث" میں داخل ہے۔ اماکن مطہرہ کے عکوس دکھانے سے فلم حلال نہیں ہوتی۔ بلکہ فلموں میں ان مزخرفات کے ساتھ اماکن مقدسہ کے عکوس کا پیش کیا جانا ان مقدس و مطہر مقامات کی حرمت پامال کرنا ہے۔ حج فلم ہو یا دربار حبیب کسی کے دیکھنے کی شرعی اجازت نہیں۔ سینما مغربی لعنت اور اخلاق کو برباد و تباہ کرنے والی ایجاد ہے۔ مسلمان اس سے پرہیز کریں اپنی اولاد ذکور و اناث سے تاکید کر دیں۔ کہ وہ ہرگز ہرگز یہ شوق سراپا فتنہ کو اختیار نہ کریں۔ بعض ابنائے زمانہ محض بعض علوم مغربیہ کی تحصیل کے بعد اپنے کو علامہ کہلانے لگتے ہیں اور شریعت کے باریک سے باریک معاملہ میں بے باکانہ رائے دینے لگتے ہیں۔ یہ ان کا نہایت درجہ شریعت پر جسارت اور لوگوں کو گمراہ و ضلالت میں مبتلا کرنے والا فعل ہوتا ہے۔ ایسے نام نہاد علاموں کے فتاوی ناقابل عمل تصور کیے جائیں۔

دستخط فقیر قادری محمد ابو البرکات
مفتی مرکزی دار الافتاء
مہر مرکزی جمعیۃ علمائے پاکستان لاہور

از مفتی محمد علی خطیب مسجد سنہری لاہور

الجواب وھو الموفق للصواب

شرعاً لہو و لعب حرام ہے۔ مگر استثناء اس لعب کے جس کو شارع علیہ السلام نے مباح کیا ہے۔ اور وہ تین چیزیں ہیں۔ اپنے اہلیہ کے ساتھ کھیلنا اور تیر اندازی کرنا اور گھوڑے کے ساتھ کھیلنا۔ اس کے سوا سارے کھیل وغیرہ حرام ہیں۔ ان میں سے سینما بھی ہے۔ سینما میں خواہ کوئی ظاہری طور پر عبرت آموز کام بھی ہو۔ لیکن اخیر میں رقص و سرود ضرور ہوگا۔ ورنہ وہ سینما اور کھیل فیل ہو جائے گا۔ اور سینما والے سخت گھاٹے میں رہیں گے۔ لہذا بنا بریں دربار حبیب وغیرہ فلموں کا دکھانا اور اس کو دیکھنا اس نظر سے بھی کہ یہ ایک اسلامی فلم ہے شرعاً ناجائز ہے۔ اس لئے کہ وہ مقام اور وہ جگہ جہاں فلموں کو دکھایا جاتا ہے اور جس کو عام طور پر سینما کہتے ہیں۔ وہ ناجائز اور حرام ہے۔ لہذا شرعاً یہ اسلام کی توہین ہے کہ ایک مقدس چیز کو ایک لہو و لعب کے ڈھانچے میں ڈال کر اسلامی شوق و ذوق سے اس کو دیکھا جائے۔ اس طرح ریکارڈ والے باجے میں جو سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھتے ہیں۔ وہ ناجائز اور گناہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب اسلام کا شوق اور ذوق نہیں رہا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ سینماؤں میں اسلامی شعائر جو دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے خلاف آواز بلند کریں اور حکومت کو آگاہ کریں کہ یہ اسلام کی توہین ہے۔

حررہ مفتی محمد علی خطیب
مہر　مسجد سنہری لاہور

از دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب

۱۔ سینما دیکھنا ناجائز اور گناہ اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔

۲۔ یہ مکانات قابل تعظیم ہیں۔ اور حج عبادت ہے۔ ان کو ناجائز چیزوں میں مخلوط کرنا سخت گناہ کا سبب ہے یہ ان کی توہین ہے اور عبادت کی توہین کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ طبلہ و سارنگی پر قرآن پڑھنا کفر ہے۔ بے وضو نماز قصداً پڑھنا کفر ہے۔ حرام پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ کیونکہ ان سب میں توہین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ جمیل احمد تھانوی
مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
مہر دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

از دار الافتاء مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان

موجودہ سینما اور فلم کو دیکھنا اور سننا سب ناجائز ہیں۔ خواہ اس میں حج اور مقامات مقدسہ کے مناظر بھی پیش کیے جاتے ہوں تمام مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام سازوں کو علامات قیامت سے قرار دیا ہے۔

دربار حبیب اور اس قسم کی دوسری فلمیں جن میں مقامات مقدسہ کی بھی سیر کرائی جاتی ہے دیکھنا اور شرکت کرنا سب ناجائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان فلموں میں ہر قسم کے فواحشات اور ممنوعات شرعیہ ہوتے ہیں۔ تصویریں، فوٹو، راگ، گانے باجے وغیرہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط غرضیکہ یہ سینما بد معاشی کے اڈے اور ٹریننگ سکول ہیں۔ ان میں جانا شرکت کرنی سب حرام ہے اور مقامات مقدسہ کی توہین سخت ہے۔ مسلمانوں کو مل کر ایسی فلموں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ فقط

دستخط
عبد اللہ غفرلہٗ مفتی
خیر المدارس ملتان

از مرکزی جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ ۳۵۵

آپ کے سوالات کے جوابات حسب ارشاد مولانا مودودی مدظلہٗ درج ذیل ہیں :-

(۱) موجودہ دور کے سینما اور فلم بینی شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔ کیونکہ اس میں عورتوں کی تصاویر۔ بے حیائی کے مناظر اور ساز کی موسیقی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۲) بیت اللہ شریف۔ دیگر اماکن مقدسہ اور ارکان حج کا سینما میں بحیثیت کھیل، تفریح اور لہو و لعب کے دیکھنا اور دکھانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ اس میں ان مقامات اور عبادات کی توہین کا پہلو موجود ہے۔ طواف بیت اللہ کے وقت اکثر مستورات کے منہ کھلے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض فقہا نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اس لئے اس منظر کی تصویر کشی اصلاً ناجائز ہے۔

خاکسار
غلام علی
معاون امیر جماعت پاکستان

معراج کی عظمت

از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے۔ بی ٹی عثمانیہ کالج شیخوپورہ

قسط دوم

اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

بالفاظ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ لفظ المعراج علیٰ وزن المفتاح صیغہ آلہ ہے۔ یعنی نماز مومنوں کیلئے آلہ عروج ہے کیونکہ بہیمیت سے ملکیت کی طرف، مادیت سے تجرد کی طرف؛ بُعد سے قرب خداوندی کی طرف۔ غیبوبت سے حضور کی طرف اسی نماز کے ذریعہ ہوتا ہے۔ طہارت جسمانی بالوضوء والغسل وغیرہ انسان میں تشبہ بالملائکہ اور اُن سے قرب پیدا کرنے والی اور انجاس ظاہری کے ساتھ ساتھ انجاس باطنیہ یعنی ذنوب اور اُن کے ثمرات کو دور کرنے والی ہے۔ قطرات وضوء اور غسل کے ساتھ ساتھ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک دماغ وغیرہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ یہی طہارت ظاہری قیامت میں روشنی اور چمک کا باعث ہوگی۔ ملائکہ جن کو بالذات طہارت اور روشنی سے محبت ہے اور نجاست و تاریکی سے نفرت ہے۔ وہ اس کی وجہ سے نمازی کے ساتھ تعلقات پیدا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے۔ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ آیت مسجد قبا کے نمازیوں کی شان میں آئی ہے۔ پتھر سے استنجا کرنے کے بعد ظاہری استنجا پانی سے بھی کرتے تھے۔ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (پاکی نصف ایمان ہے) ارشاد ہوئی ہے۔ اَسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ (ناپسندیدہ حالتوں میں بھی اچھی طرح وضو کرنا) اور اس طہارت کی تحصیل میں مالی اور جسمانی فدائیت نہ صرف عزوجل باری تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔ بلکہ اخلاق خبیثہ۔ رذیلہ کو زائل کرنے والی اور آئندہ کو قابل ہمنشینی و ہمکلامی بنانے والی ہے۔ علی ہذاالقیاس دیگر شروط صلوٰۃ بالخصوص توجہ الی القبلہ یکے

بعد دیگرے غفلت کو دُور اور بارگاہ ذی الجلال سے قریب کرنے والی بھی ہے۔ توجہ باری عزوجل کو کھینچنے میں مقناطیسی اثر رکھتی ہے جس کے لئے ارشاد اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ توجہ الی اللہ وارد ہے۔ پھر نماز کے نتائج میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے) ترک فحشاء اور منکرات کا اثر جس قدر بھی قرب خداوندی اور بُعد از رذائل بہیمیت و نفسانیت میں ہوگا۔ اظہر من الشمس ہے نماز میں جس قدر قرأت اور دُعائیں وغیرہ ہیں۔ ان میں جناب باری عزاسمہٗ سے ہمکلامی تخاطب اور اس کا ذکر موجود ہے۔ جس سے غفلت کا دور ہونا اور توجہ الی اللہ حاصل ہونا اور ترقی پذیر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر انسان اس تخاطب کو سمجھتا ہوا حضورِ قلب کے ساتھ خشوع و خضوع کو ملحوظ رکھتا ہے (جوکہ مومنین کی نماز ہے) جب تو اس عروج کا حاصل ہونا ظاہر ہے۔ مگر اس میں کوتاہی کرنے میں بھی نفع موجود ہے۔ الفاظ قرآنیہ اور اسمائے باری عزوجل اور ادعیہ ماثورہ اور درود شریف کی تاثیریں سمجھنے پر موقوف نہیں ہیں۔ گلِ بنفشہ جان کر پیجئے یا بغیر جانے ہوئے اسہال بلغمی کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ الفاظ قرآنیہ اور اسماء باری عزوجل میں تاثیرات ہیں جوکہ بے سمجھے ہوئے بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اگرچہ بہ نسبت سمجھنے کے کمزور ہوں۔ (جس نے قرآن سے ایک حرف پڑھا۔ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ الم ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف لام ایک حرف اور میم ایک حرف) (حدیث) ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے۔ تو اس کو لازم ہے کہ اپنے

سامنے نہ تھوکے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اُس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہوتا ہے یا اُس کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اسی طرح توجہ کے متعلق ارشاد ہے کہ جب تک بندہ نماز میں التفات (دوسری طرف توجہ کرنا) نہیں کرتا۔ اس وقت تک بندہ کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ رہتا ہے۔ یہ توجہ اور قرب خداوندی نماز کی وجہ سے بندہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دیا ہے۔ پس جب بندہ کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے میری تعریف کی اور جب کہتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میرے بندہ نے میری ثنا کی اور جب مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ کہتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ میرے بندہ نے میری عظمت بیان کی۔ اور جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ کہتا ہے تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یہ آیت میرے اور میرے بندہ کے لئے ہے اور جو میرا بندہ مانگے وہ اُس کے لئے ہے۔ (مسلم)

یہ نعمتِ مکالمہ اور مناجات بندہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان میں جاری ہونا کس قدر عروج اور ترقی انسانی ہے اسی مکالمہ میں انسان اپنے لئے نعمت ہدایت جوکہ سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی ضرورت انسانی ہے۔ طلب کرتا ہے۔ جس کو وہ اپنا نصب العین قرار دیتے ہوئے اس انعام و ہدایت کو اپنے لئے خالص کرنا چاہتا ہے۔ جوکہ مغضوب علیہم اور اہل ضلال کو حاصل نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد عظمت و جلال خداوندی کا لحاظ کرنا اور جسم کو جھکا دینا عملی اور قولی شکریہ بجا لانا اور پھر شکریہ کرتے کرتے آقا کے سامنے زمین پر سر ٹیک کر پیشانی اور ناک کو رگڑنا اور آقا کی عظمت اور قدوسیت کو سراہنا کس قدر عروج اور تقرب کا باعث ہوگا۔ مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے سجدہ کی حالت میں بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ لہذا اس حالت میں بہت دعا کرتے رہو (صحاح)

خلاصہ یہ کہ ارکانِ صلوٰۃ اور اس کے

سنن و آداب کو غور سے دیکھیئے۔ تو ضعیف البنیان مخلوق بین الماء المهین والے بشر کے لیئے وہ اعلےٰ مقام اور ارفع رتبہ دکھائی دیتا ہے کہ جس کو گر مولے العالمین محفل ملائکہ میں مباہات فرمائے اور اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ اس کے لئے دعوات صالحہ سے رطب اللسان ہوں تو کچھ تعجب نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم اپنی نمازوں سے سخت غافل ہیں فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ (پھر خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں) وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ لِلصَّلٰوةِ الْحَقِیْقَة۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ حمل اس جملہ میں حقیقی نہ کیا جائے۔ بلکہ مثل زیدٌ اسدٌ بطور تشبیہ اور تَمُرُّ مَرَّ السحاب بطور تمثیل قرار دیا جائے۔ یعنی اَلصَّلٰوةُ الْمُؤْمِنِیْنَ کَالْمِعْرَاجِ لِلنَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ معراج سے خصوصی معراج جوکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی تھی مراد لی جائے۔ جناب رسول اللہ صلعم کو عالم مادی اور خاکدان سفلی سے عالم تجرد اور عالم علوی کی طرف نقل کیا گیا۔ آپ کو دُنُوّ اور تدلّی اور قرب بمنزلہ قاب قوسین سے نوازا گیا۔ آپ کو نعمت مکالمہ اور اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی سے مشرف کیا گیا۔ آپ کو نعمت رویت سے مالامال کیا گیا۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی مَا زَاغَ الْبَصَرُ

مومن محمدی نماز میں ان اوضاع مادیہ سے اُٹھایا جاتا ہے۔ تدلّی اور قرب کی نعمت عطا کی جاتی ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ اس کا شاہد عدل ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہر نمازی کے سامنے جبکہ وہ نماز کی نیت کرتا ہے۔ تجلّی خداوندی ہوتی ہے خواہ وہ اس کا احساس کرے یا نہ۔ اور اسی تجلّی کو راز فَاِنَّ اللّٰهَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ۔ قرار دیتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بھی سورہ قیامۃ میں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ نمازوں میں التزام کی وجہ سے اس تجلّی خداوندی سے مومن محمدی کو طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جوکہ میدان قیامت میں ذریعہ معرفت خداوندی ہو جائے گی۔ اور مومن سجدہ میں گر جائے گا۔ بہرحال دنو مع اللہ تعالیٰ کا حصول اس درجہ ہوتا ہے کہ فرمایا گیا۔ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

اَنَا مَعَ الْعَبْدِ مَا تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ وغیرہ روایات اور فرمایا گیا۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ رویت خداوندی کا حصول احسان والی حدیث سے پوچھیے۔ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ (یہ کہ تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اور جب ظاہر بین کو یہ شبہ لاحق ہوتا تھا کہ مجرد محض لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ کی رویت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کو محالات میں شمار کرنے لگا۔ تو اس کے استبعاد کے لئے ارشاد کر دیا گیا۔ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ (پس بے شک خدا تو تجھ کو دیکھتا ہے)

اگر ارکان آداب و سنن صلوٰۃ پر غور کیا جائے تو یقیناً وہ نعمتیں جوکہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقی طور پر شب معراج میں عطا فرمائی گئیں آپ کے طفیل ان سب کی تمثیلیں مومن کو اسی زمین پر عطا کی جاتی ہیں۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

ا۔ مسلمان ہند میں سب سے بڑی اقلیت ہیں

ب۔ مسلمان سب سے پُر امن اقلیت ہیں

ج۔ مسلمانوں نے سکھوں کی طرح مذہبی یا لسانی بنیادوں پر کسی صوبہ کا مطالبہ نہیں کر رکھا۔

د۔ مسلمان من حیث القوم ہندوستان کی داخلی اور خارجی حکمت عملی کی حمایت کرتے ہیں۔

(ھ) مسلمانوں پر جو بھی مصائب سیکولر حکومت کی طرف سے آتے ہیں۔ (مثلاً بچوں کے عرفی مدرسہ میں پوجا پاٹ کرنے کے لئے فرقہ پرست ہندوؤں کا مطالبہ وغیرہ) وہ صبر اور شکر سے برداشت کرتے ہیں۔

(و) مسلمان ہندوستان کی سب اقلیتوں سے زیادہ تعلیم یافتہ پُر امن اور با اخلاق شہری ہیں۔

اگر ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی مصائب میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ تو لا مذہب بھارتی حکومت کے پاس کیا جواب ہے؟ بھارتی سیاستدان اس امر سے بے خبر نہیں۔ کہ ہندو کی اس ذہنیت نے پاکستان کو جنم دیا۔ مسلمان اپنے حقوق لے کر چھوڑے گا۔ اگر برطانیہ کی حکومت (جس پر ایک وقت میں سورج بھی غروب نہیں ہوتا تھا) بھی مسلمانوں کے مطالبات کو رد کرنے کی جرأت نہ کر سکی تو ہندوستان انکی حق تلفی ہمیشہ کے لئے کیسے کر سکتا ہے

حج کی درخواستیں

حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ ۱۹۵۸ء میں عازمین حج بیت اللہ کی درخواستیں ۳ سے ۱۲ مارچ ۱۹۵۸ء تک دفتر حج بکنگ آفس کراچی میں وصول کی جائیں گی۔ درخواست رجسٹری کر کے بھیجی جائے اور درخواست کے ہمراہ دو صد پچاس روپیہ کے بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی رسید بھیجیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پُرملال

مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۵۸ء کی رات کو مولانا ابوالکلام آزادؒ اس جہان فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ فرما گئے اِنَّا لِلّٰه و انا الیه راجعون ٥

ہندوستان کے مسلمانوں کو حضرت مدنیؒ کی وفات سے جو صدمہ پہنچا تھا۔ اس کے داغ اُن کے سینہ میں ابھی تازہ ہی تھے اور وہ ابھی سنبھلنے ہی نہ پائے تھے کہ ان کو ایک اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ہم ان کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق اور ان دونوں بزرگوں کے نعم البدل عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

مولانا آزادؒ ہندوستان کی جنگ آزادی میں ابتدا ہی سے صف اول میں رہے تحریر اور تقریر سے ہمیشہ انگریز کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ اس راستہ میں قید و بند کی سختیاں برداشت کیں۔ لیکن جادۂ مستقیم سے ان کے قدم نہ ڈگمگائے۔ وہ ایک بلند پایہ ادیب تھے۔ ان کا اخبار "الہلال" کسی زمانہ میں اردو ادب اور اسلامی افکار کا بہترین مرقع تھا۔ آج بھی جن صاحب ذوق حضرات کے پاس اس کی جلدیں موجود ہیں وہ ان کو حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ ترجمان القرآن۔ تذکرہ قول فیصل اور غبار خاطر ان کی چند ادبی یادگاریں ہیں۔ تقسیم کے بعد مولانا آزادؒ ہندوستان کی حکومت میں وزیر تعلیم کے عہدہ پر متمکن تھے۔ اس حیثیت سے ان کی مثال اگرچہ بتیس دانتوں میں زبان کی سی تھی۔ لیکن اس کے باوجود جب کبھی موقعہ آیا۔ وہ حق کہنے سے نہیں جھجکے۔ تقسیم کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں اُن کی تقریر

... ہندوستان کی پارلیمنٹ یا پلیٹ فارم اور دوسرے بیسیوں تقریبوں پر ان کی ذہانت کا زندہ مظاہرہ ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح سے
میری واقفیت اور تاثرات

از جناب محمد منظور نعمانی ——— گزشتہ سے پیوستہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع سنت

حدیث میں حقیقت ایمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے وابستہ تبلایا گیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور خود اپنی ذات سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہو۔ اس کو حقیقت ایمان نصیب نہیں ہے۔ اور حضور کی اس محبت کا لازمی نتیجہ آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کی عظمت و محبت اور آپ کی سنتوں اور عادات و اطوار کے اتباع کا اہتمام اور شغف ہے

اس عاجز نے اس باب میں بھی حضرت مولانا کو بہت ممتاز پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت رکھنے والی ہر چیز کے ساتھ حتیٰ کہ مدینہ طیبہ کی مٹی کے ساتھ حضرت مولانا کو جو خاص قلبی تعلق تھا۔ جس کا ظہور اپنے موقعہ پر عملی زندگی میں قدرتی طور پر ہوتا رہتا تھا۔ اس کی مثال اس عاجز نے دوسری جگہ نہیں دیکھی۔

اسی طرح اتباع سنت کا اہتمام اور شغف عبادات ہی میں نہیں۔ بلکہ امور معاشرت اور عادات میں بھی جس قدر فرماتے تھے تلاش کرنے والے کو اس کی مثالیں خواص اہل دین میں شاذ و نادر ہی ملیں گی۔ اس سلسلہ میں بعض عادات اور روزمرہ کی بعض ایسی باتوں کا ذکر کرنا غالباً نامناسب نہ ہوگا۔ جن سے اندازہ ہو سکے کہ سنن نبویہ کا اتباع گویا آپ کا مزاج بن گیا تھا۔

مثلاً تکیہ چمڑے کا استعمال فرماتے تھے۔ کھانا کھاتے وقت نشست سنت کے مطابق ہوتی تھی۔ اپنے دسترخوان پر (جو عام طور پر گول ہوتا اور جس پر دس بارہ آدمی آپ کے ساتھ دائرہ بنا کر بیٹھتے) سالن ایک ہی بڑے برتن میں ہوتا اور سب کے ہاتھ اسی ایک برتن میں پڑتے۔ حتیٰ کہ اگر کہیں دعوت میں شرکت فرماتے اور وہاں آج کل کے رواج کے مطابق ہر شخص کے کھانے کی پلیٹ الگ ہوتی تو اپنے قریب والوں کو اپنے ساتھ شامل فرما کر وہاں بھی مسنون طریقہ پر اُن کے ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانا تناول فرماتے۔ اسی طرح اُٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے سونے میں حتیٰ کہ لباس اور جوتا پہننے میں بھی طریقۂ سنت کی پابندی فرماتے اگر آپؒ کے تشریف لانے پر آپؒ کے نیازمند اور خدام تعظیماً کھڑے ہو جاتے (جیسا کہ آج کل کا عام دستور ہے)۔ تو ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ بلکہ بعض اوقات اس اظہار ناراضگی میں برافروختگی بھی ہوتی اور فرماتے کہ آپ لوگ کیوں کھڑے ہوئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کھڑے ہونے سے ناگواری ہوتی تھی۔

یہ روزمرہ کی چند مثالیں ہیں۔ جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاشرت اور عادات میں بھی سنن نبویہ کا اتباع آپ کا مزاج بن گیا تھا۔

حد سے زیادہ تواضع اور خاکساری

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت مولانا کا جو مقام ہوگا۔ اس کا علم تو اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ لیکن جو لوگ اُن کے احوال سے کچھ بھی واقف ہیں۔ وہ اتنا ضرور جانتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں کسی عالم دین اور روحانی پیشوا کو جو بڑی سے بڑی عظمت و وجاہت، بلندی و برتری حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے وہ مولانا رح کو حاصل تھی۔ دارالعلوم دیوبند جیسی باعظمت دینی درسگاہ کے وہ صدر اور شیخ تھے۔ ہزاروں عالم (جو اپنی اپنی جگہ اپنے حالات کے مطابق کسی نہ کسی دینی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اُن میں سے بہتوں کے خاصے وسیع اور عریض حلقے ہیں) ان کے شاگرد اور فدائی ہندوستان کے طول و عرض میں لاکھوں مریدین۔ پھر ہندوستان کی جنگ آزادی میں ان کی عظیم قربانیوں کے طفیل ملک کے اہل حکومت و سیاست کی نگاہ میں بھی ان کا خاص مقام اور حکومت کے اونچے سے اونچے عہدہ داروں کی نگاہ میں ان کا

.... غیر معمولی احترام —— ان ساری عظمتوں اور بلندیوں کے باوجود ان میں تواضع اور انکسار اس قدر تھا کہ جن لوگوں کو قریب رہنے اور برتنے کا موقع نہ ملا ہو۔ وہ کبھی اندازہ نہیں لگا سکتے۔ بلکہ یہ عاجز اس موقعہ پر صفائی کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا ہی مناسب سمجھتا ہے کہ بعض اوقات راقم سطور کو خیال ہوتا تھا کہ حضرت کا اتنا تواضع شاید دوسروں کے لئے مضر ہو — اس سلسلے میں بھی خود اپنے ساتھ گزرے ہوئے بعض واقعات ذکر کرنے کو جی چاہتا ہے۔

سنہ ۱۳۳۹ھ کی بات ہے۔ میری طالب علمی ہی کا زمانہ تھا۔ ہمارے وطن سنبھل کے "مدرسۃ الشرع" کی طرف سے خاصے بڑے پیمانے پر ایک جلسہ ہوا۔ اس میں جماعت دیوبند کے اس وقت کے اکثر اکابر علماء (مثلاً حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رح حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی رح نے شرکت فرمائی تھی۔ حضرت مولانا مدنی رح بھی تشریف لائے تھے۔ مدرسہ کے مہتمم اور جلسے کے منتظمین کی اجازت سے ایک دن دوپہر کے وقت کھانے کا انتظام میرے والد ماجد رح نے اپنے یہاں کیا تھا۔ جلسہ گاہ اور ان حضرات کی قیامگاہ سے ہمارے مکان کا فاصلہ ایک میل سے کچھ زیادہ تھا۔ اس لئے سب مہمانوں کو سواری کے ذریعہ لانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور سب حضرات سواری ہی سے آئے۔ لیکن حضرت مولانا مدنی رح نے یہ کیا کہ سنبھل کے اپنے ایک پرانے شاگرد اور نیازمند کو بطور ایک رہنما ساتھ لے کر خاموشی سے ہمارے گھر پیدل تشریف لائے۔ حالانکہ موسم گرم تھا۔ اور بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا۔ فاصلہ میل بھر سے بھی زیادہ تھا۔

سنبھل کے اسی سفر میں ہمارے یہاں کے ایک صاحب نے جو بیچارے علمی دینی و دنیوی کوئی بھی خاص حیثیت نہیں رکھتے تھے اور حضرت مولانا سے ان کا کوئی تعارف بھی نہیں تھا۔ حضرت مولانا

مدنیؒ سے درخواست کی کہ میرے گھر پر چل کر چائے پیجئے۔ مجھے یاد ہے کہ ان کی یہ بات سب کو کچھ عجیب سی معلوم ہوئی لیکن مولانا نے بغیر کسی عذر و معذرت کے قبول فرما لیا۔ اور ان کے ساتھ ان کے گھر پر جا کر بالکل بے وقت چائے اور صرف چائے پی لی۔

ایک عجیب واقعہ اور سنئے ـــ حضرت کے ایک شاگرد نے خود اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ریل سے سفر فرما رہے تھے اور یہ صاحب خادم کی حیثیت سے حضرت کے ساتھ تھے۔ انھیں استنجا کا تقاضا ہوا۔ بیت الخلا کا دروازہ کھولا تو اس کو بہت غلیظ اور گندہ دیکھ کر واپس آ گئے۔ اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھے اور بیت الخلا میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ چند منٹ کے بعد تشریف لائے۔ اور اپنے ان خادم سے کہا کہ اب چلے جاؤ انھوں نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ان کی واپسی کی وجہ محسوس کر کے بیت الخلا صاف کرنے ہی کے لئے اندر تشریف لے گئے تھے اور جب لوٹے بھر بھر کے بہت سا پانی بہا دیا اور اس کو صاف کر دیا تو باہر تشریف لائے ـــ کچھ حد ہے اس تواضع اور بے نفسی کی!

کئی سال پہلے کی بات ہے۔ حضرت کے ضعف پیری اور بعض دوسری اہم مصلحتوں کی بنا پر حضرت کے چند نیاز مندوں نے (جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا) باہم مشورہ کر کے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اب صرف وہ سفر فرمایا کریں۔ جن کی کوئی خاص ضرورت اور اہمیت ہو اور یہ جو ہو رہا ہے کہ لوگ معمولی معمولی مقامی ضرورتوں اور جلسوں کے لئے حضرت کو تکلیف دیتے ہیں اور حضرت قبول فرما لیتے ہیں (اور اسی طرح ہر ہفتے میں جمعہ کے ایک دن کا سفر تو ضروری ہوتا ہے) یہ سلسلہ اب بند فرما دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں کیا کروں لوگ آ جاتے ہیں۔ اور اصرار کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ اگر حضرت طے فرما لیں کہ اس سلسلہ کو بند کرنا ہے تو تھوڑے عرصہ تک تو ایسا ہوگا کہ لوگ آئیں گے اور حضرت کے انکار فرما دینے پر مایوس واپس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت نے اب یہ فیصلہ فرما لیا ہے۔ تو پھر اس غرض سے لوگ آیا بھی نہیں کرینگے فرمایا مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے بندے آئیں اور وہ کہیں چلنے کے لئے اصرار کریں اور میں انکار پر جما رہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت کی صحت اور حضرت کا وقت بہت قیمتی ہے۔ اس کو صرف ضرورت اور موقعے ہی پر صرف ہونا چاہیئے۔ حضرت نے خاکساری اور تواضع میں ڈوبے ہوئے لہجے میں فرمایا۔ آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں۔ میں کیا ہوں اور میری کیا قیمت ہے۔ یہ مٹی کا جسم ہے۔ جب تک چل رہا ہے۔ اس سے کام لینا چاہیئے۔

عزیمت یا شدت فی امر اللہ

حضرت مولانا میں جہاں تواضع اور خاکساری اس درجہ کی تھی جس کا اوپر کی سطروں میں ذکر ہوا وہیں بظاہر اس کے بالکل برعکس یہ بات بھی تھی کہ جس راستے پر چلنے کو وہ حق سمجھ لیتے، پھر کسی کا کہنا سننا، کسی کا ساتھ دینا یا ساتھ نہ دینا، کسی کی رضا مندی یا ناراضگی کسی کی تحسین یا ملامت، حتیٰ کہ کوئی زلزلہ اور بھونچال بھی ان کو اس راستہ سے ہٹا نہیں سکتا تھا ـــ اس کی سب سے روشن مثال ان کا سیاسی مسلک اور اس سلسلہ کی ان کی سرگرمیاں ہیں۔

ہندوستانی سیاسیات کے بارہ میں ایک رویہ کو صحیح سمجھ کر انھوں نے اپنا لیا تھا۔ جو لوگ دس بارہ سال پہلے کے واقعات بھولے نہیں ہیں انھیں یاد ہوگا کہ مولانا کو اس راہ میں کیسے کیسے ناموافق حالات اور کتنے سخت طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور عزت و آبرو تک کی کیسی کیسی قربانیاں دینی پڑیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس دور میں جتنی زیادہ مخالفت بڑھی۔ حضرت مولانا کو اس زمانہ میں اتنا ہی زیادہ مضبوط، غیر متزلزل اور پر جوش پایا گیا۔

اس سیاسی میدان میں حضرت مولانا کے ساتھ علماء اور غیر علماء میں اور بھی بہت سے تھے۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ حضرت مولانا کی شان اس معاملہ میں بالکل نرالی تھی وہ جب کسی نجی مجلس میں بھی اس موضوع پر بات کرتے تھے تو صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ انھیں اپنے راستے کا یقین ہے اور وہ اتنے یکسو ہیں کہ دوسرے پہلو کو سننے اور سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اور یہ کہ اس مسئلہ کا تعلق ان کے دماغ سے کہیں زیادہ ان کے قلب اور ان کی روح سے ہے۔ یہ میں نے ایک ایسے مسئلہ کی مثال دی ہے۔ جس میں حضرت مولانا کی عزیمت اور شدت کا تجربہ قریب قریب پورے اسلامی ہند نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ زندگی کے دوسرے دائروں میں بھی بہت سی ایسی مثالیں یاد ہیں کہ حضرت مولانا نے جس چیز کو حق اور جس رویہ کو اپنے لئے صحیح سمجھ لیا پھر ان کے خاص معتمد اور نیاز مند بھی ان کا رویہ بدلوانے اور رخ موڑنے کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے، الا یہ کہ رائے ہی میں کوئی تبدیلی ہو جاتے۔ یہاں صفائی سے یہ بھی عرض کر دینے کا جی چاہتا ہے کہ ایسی ناکامیابی کا تجربہ ایک سے زیادہ دفعہ خود راقم سطور کو بھی ہوا ہے۔

ایثار و فیاضی اور مہمان نوازی

ناظرین نے ایثار و فیاضی کے بہت سے نمونے دیکھے ہوں گے۔ خود اس عاجز نے بھی دیکھے ہیں لیکن حضرت مولانا کی ذات میں اس کا جو نمونہ دیکھا اس کی مثالیں تو پچھلی تاریخ کی کتابوں میں بھی بہت کم ہی مل سکیں گی۔

مولانا کا دولت خانہ ایک ایسا وسیع مسافر خانہ یا مہمان خانہ تھا کہ جن لوگوں کو خود کبھی مولانا کا مہمان بننے کا اتفاق نہیں ہوا وہ کسی دوسرے سے اس کا حال سن کر صحیح اندازہ نہیں کر سکتے ـ بیسیوں دفعہ کے اپنے مشاہدے اور تجربہ کی بنا پر میرا محتاط اندازہ ہے کہ برسہا برس سے مولانا کے یہاں مہمانوں کا اوسط چالیس پچاس روزانہ سے کم نہ رہتا تھا۔ ان میں ایک خاصی تعداد تو ان اہل طلب کی ہوتی تھی۔ جو حضرت سے بیعت ہونے کے لئے دور و قریب کے مقامات سے روزانہ آتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک تعداد ان لوگوں کی ہوتی تھی جو صرف زیارت و ملاقات کے لئے یا کسی معاملہ میں دعا کی درخواست کے لئے یا اپنی کسی ضرورت میں حضرت مولانا کی سفارش حاصل کرنے کے لئے یا ایسے ہی کسی اور کام سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ـ اور ایک دو دن رہ کر واپس چلے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ حضرات وہ بھی ہوتے تھے۔ جو ذکر و شغل اور روحانی تربیت کے لئے، کئی کئی مہینے حضرت کی خدمت میں مقیم رہتے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ مہمانوں کی ان قسموں کے علاوہ کچھ لوگ حضرت مولانا کی اس فیاضی اور مہمان نوازی سے بیجا فائدہ اٹھانے والے بھی ہوتے تھے، میں نے واقفین سے سنا ہے کہ قرب و جوار کے دیہات کے بعض لوگ جو بازار، تھانے یا تحصیل کے اپنے کاموں سے دیوبند آتے تھے وہ بھی کھانے کے وقت حضرت کے مہمان بن جاتے

تھے ۔اور حضرت ان کی اس نوعیت سے واقف ہونے کے باوجود ان کی مہمان نوازی کرتے تھے بلکہ خادموں تک کو سخت تاکید تھی کہ اگر کسی کے متعلق ایسا اندازہ ہو تب بھی مہمانوں ہی کی طرح اس کا اکرام کیا جائے ـــــ مجھے حضرت کے ایک خادم نے خود بتایا کہ ایک دفعہ انھوں نے ایسے ایک صاحب سے کچھ کہہ دیا تو حضرت ان پر سخت غصہ ہوئے اور یہاں تک فرمایا کہ میرے یہاں آنے والے کسی بھی مہمان کا جو شخص دل دکھائیگا میں اس کو معاف نہیں کروں گا ۔

بہر حال مختلف انواع و اقسام کے ان مہمانوں کی تعداد کا اوسط جیسا کہ اس ناچیز نے عرض کیا چالیس پچاس روزانہ سے کم نہ تھا ۔اگر کبھی صرف تیس پینتیس ہوتے تو اسی طرح کبھی ساٹھ ستر تک بھی ہو جاتے تھے ۔

حضرت مولانا دونوں وقت مہمانوں کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور سب مہمان وہی کھاتے تھے جو خود حضرت کھاتے تھے ۔

اگر کسی مخصوص مہمان کے اکرام میں کوئی خاص اہتمام اور تکلف کیا جاتا مثلاً پلاؤ پکتا یا شربت تیار کیا جاتا یا دیو بند کی مشہور فیرنی آتی تو بلا امتیاز سارے مہمان اس دن وہی کھانا کھاتے اور میرا خیال ہے کہ ہفتے میں ایک دو دفعہ ایسا ضرور ہوتا تھا

یہاں اس چیز کا ذکر کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت کے یہاں کا روز مرّہ کا سادہ کھانا بھی (یعنی روٹی اور آلو بالو کی جیسی کسی ترکاری کے ساتھ بڑے گوشت کا شوربہ والا سالن) اس قدر لذیذ اور ذائقہ دار ہوتا تھا کہ میں خود بھی شہادت دے سکتا ہوں اور بہت سے مہمانوں سے بھی میں نے سنا ہے کہ حضرت کے دسترخوان پر بیٹھ کر سوایا یا ڈیوڑھا کھایا جاتا ہے ۔ اور کبھی نقصان نہیں دیتا ــ جو لوگ حضرت کے حالات سے کچھ باخبر ہیں اور جنھوں نے حضرت کی عجیب و غریب اور بے مثال مہمان نوازی کا تجربہ کیا ہے ۔ ان کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ روز مرّہ کی اس مہمان نوازی اور اسی طرح کی بعض دوسری للّہی مدوں میں حضرت کے ہاتھوں سے جو کچھ دوسروں پر خرچ ہوتا تھا ، خود اپنی ذات پر اور اہل و عیال پر اس کا چوتھائی بھی خرچ نہیں ہوتا ہو گا ۔

کسی بندے کے ظاہری احوال و اعمال سے اس کے اندرونی حال کے بارے میں جہاں تک رائے قائم کرنے کا حق ہے ۔اس کی بنا پر پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے شح اور حبّ مال سے حضرت کے قلب روح کو ایسا صاف کر دیا تھا کہ شاید اس کے غبار کا کوئی ذرّہ بھی وہاں نہیں رہا تھا اور انشا اللہ حضرت مولانا اس قرآنی بشارت کے خاص مستحقین میں ہوں گے ۔

ومن یوق شح نفسہٖ — اور اللہ نے جن بندوں کو
فاولٰئک ھم المفلحون — شح اور حب مال کی بری
(تغابن) — خصلت سے بچایا وہ یقیناً
فلاح پانے والے ہیں ۔

ایک واقعہ اس جگہ اور بھی سُن لیجئے جس سے حضرت مولانا کی اس خصوصیت (یعنی ایثار، فیاضی اور دوسروں کی راحت رسانی کا فکر و اہتمام) کے علاوہ ایسی ہی بعض اور خصوصیات بھی آپ کو معلوم ہوں گی ۔

غالباً ۲۳ھ (یا ۲۴ھ) کی بات ہے سوامی شردھا نند کی اٹھائی ہوئی شدھی سنگھٹن کی تحریک کے مقابلہ میں جمعیۃ العلما ہند کا شعبہ تبلیغ میدان میں اترا ہوا تھا ۔اس وقت اس کے سامنے تبلیغی وفود کے ذریعہ وقتی دفاعی کوششوں کے علاوہ ان علاقوں میں جو شدھی تحریک کا خاص میدان بنے ہوئے تھے ۔ مذہبی مکاتیب قائم کرنے کا ایک ٹھوس مستقل اور وسیع کام بھی تھا ۔جس کے لئے بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت تھی ۔جمعیۃ العلماً ہند اور اکابر دیو بند سے تعلق رکھنے والے رنگون کے صاحب خیر تاجروں نے اس سلسلہ میں مالی امداد کا ایک منصوبہ تیار کیا ۔ اور جمعیۃ العلماء ہند سے اپنا ایک وفد برما بھیجنے کی درخواست کی ، اس وقت برما ہندوستان ہی کا ایک صوبہ تھا ــ یہ وفد رنگون پہنچا ۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد سعید صاحب (جو اس وقت جمعیۃ کے ناظم تھے) اس وفد کے ارکان تھے مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم بھی اس وفد کے ساتھ تھے ، لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے وہ اہل رنگون ہی کی دعوت پر دارالعلوم دیو بند کے شعبۂ تبلیغ کی طرف سے بھی مستقل کام ہو رہا تھا)

بہر حال یہ تینوں حضرات رنگون پہنچے ۔ صوبہ برما کے اس وقت کے انگریز گورنر نے یا اس کی ہدایت پر اس کے ماتحت کسی انگریز حاکم نے یہ حماقت کی کہ رنگون کے جن سورتی تاجروں نے ان حضرات کو دعوت دے کر بلایا تھا اور جو اس سلسلہ میں پیش پیش تھے ان کو بلا کر اس نے کہا کہ آپ کے یہاں جو یہ "تین عالم لوگ آتے ہیں ۔ان میں ایک آدمی مولانا حسین احمد بہت خطرناک ہیں اور گورنمنٹ کے دشمن ہیں ۔ اس لئے ان کو ہم یہاں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے ، ان لوگوں نے کہا کہ اس وقت یہ وفد ایک دوسرے مقصد سے آیا ہے ۔اس لئے اس کا کوئی شبہ بھی نہیں ہے ۔ کہ ان میں سے کوئی گورنمنٹ کے خلاف تقریر کرے ۔لیکن اس نے کہا ۔نہیں ہمیں معلوم ہے کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہیں اس لئے ان کو تقریر کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ بالآخر ان سورتی تاجروں نے (جو گورنمنٹ کی نگاہ میں بھی خاص وقار رکھتے ہیں) اس کی ذمہ داری لی کہ کوئی تقریر گورنمنٹ کے خلاف نہیں ہو گی ، تب اس نے اجازت دی ۔

ان بیچاروں نے یہ ساری بات حضرت کے سامنے بھی ذکر کر دی ۔حضرت نے فرمایا ۔آپ نے اچھا نہیں کیا کہ مجھ سے دریافت کئے بغیر وعدہ کر آئے یہ صحیح ہے کہ گورنمنٹ کے متعلق کچھ کہنے کا اس وقت میرا ارادہ نہیں تھا ۔لیکن اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تقریر کروں اور گورنمنٹ کے غلاف کچھ نہ کہوں ۔ لہذا آپ حضرات کے لئے اب یہی بہتر ہے کہ میں تقریر نہ کروں اور واپس چلا جاؤں ۔لیکن رنگون کے وہ حضرات کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئے آخر میں انھوں نے عرض کیا کہ آج حضرت کی تقریر تو ضرور ہو گی اور جو حضرت کا جی چاہے وہی فرمائیں ۔ پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا ۔ لیکن حضرت مولانا اس خیال سے کہ کہیں یہ بیچارے مشکلات میں مبتلا نہ ہوں برابر انکار فرماتے رہے ۔آخر میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے بھی ان کی سفارش کی تو بڑی مشکل سے حضرت اس بات پر راضی ہوئے کہ آج تقریر فرما دیں گے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط لگا دی کہ اس کے بعد میں کوئی تقریر نہیں کروں گا ۔اور پہلے جہاز سے واپس چلا جاؤں گا ۔ حضرت مولانا نے (انھیں کی خیر خواہی کے لئے) اس شرط پر اتنا اصرار کیا کہ ان لوگوں کو بادل ناخواستہ مان لینا پڑا وقت آنے پر جلسہ شروع ہوا ۔حضرت مولانا نے خطبہ مسنونہ اور چند تمہیدی الفاظ کے بعد تقریر اس طرح شروع فرمائی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں کے گورنر صاحب نے ہمارے محترم میزبانوں سے میرے بارے میں خطرہ کا اظہار کرکے میری تقریر کو روکنا چاہا تھا اور وہ حضرات اپنی سادگی سے یہ وعدہ کر آئے ۔ کہ میں گورنمنٹ کے خلاف کچھ نہ کہوں گا ۔

مجھے ان کے اس وعدے کا افسوس ہے لیکن بہرحال اب مجھے ان کے وعدے کی لاج رکھنی ہے، اگر وہ یہ وعدہ نہ کر آتے تو میں تفصیل سے بتاتا کہ گورنمنٹ مجھے کیوں خطرناک سمجھتی ہے اور مجھے گورنمنٹ سے کیا شکایت ہے۔ میں بتاتا کہ گورنمنٹ نے پوری اسلامی دنیا کو اور ہمارے ملک ہندوستان کو اور ہم ہندوستانیوں کو کتنا تباہ و برباد کیا ہے — بیان کرنے والے کا بیان ہے — کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مولانا یہی بیان فرماتے رہے کہ اگر ہمارے میزبان وعدہ نہ کر آتے تو میں یہ بتاتا اور یہ بتاتا — آخر میں فرمایا کہ چونکہ ہمارے محترم میزبانوں نے گورنر صاحب سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں گورنمنٹ کے خلاف کچھ نہ کہوں گا۔ اس لئے میں مجبور ہو گیا ہوں اور میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہتا — پھر چند کلمات وفد کے مقصد کے متعلق بھی کہہ کر تقریر ختم فرمائی۔

حضرت مولانا اپنی شرط کے مطابق غالباً دوسرے یا تیسرے ہی دن بحری جہاز سے کلکتہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ حاجی داؤد ہاشم مرحوم نے (جو وفد کے خاص داعی اور میزبان تھے) اپنے خاص ملازم محمد ذاکر صاحب کو بطور خادم کے کلکتہ تک کے لئے حضرت کے ساتھ کر دیا۔ حضرت کا ٹکٹ فرسٹ کلاس کا تھا۔ اور ذاکر صاحب کا ٹکٹ سرونٹ کی حیثیت سے تھرڈ کا تھا۔ حضرت مولانا کی سیٹ جس کمرہ میں تھی۔ اس میں کوئی دوسرا مسافر نہ تھا۔ اس لئے حضرت چاہتے تھے کہ ذاکر صاحب بھی زیادہ سے زیادہ وقت وہیں حضرت کے ساتھ رہیں۔ لیکن جہاز کا "بوائے" جب آتا تو ذاکر صاحب کے ہر وقت وہاں رہنے پر معترض ہوتا۔ اس لئے حضرت مولانا نے یہ کیا کہ وہ خود زیادہ وقت تھرڈ کلاس میں ذاکر صاحب کے ساتھ گذارنے لگے۔ بہر حال سفر ختم ہوا اور چوتھے دن کلکتہ کا ساحل آ گیا، رواج کے مطابق "بوائے" فرسٹ کلاس کے مسافروں سے "انعام" یا "بخشش" مانگنے آیا۔ اگرچہ راستے میں اس نے حضرت مولانا کو تکلیف دی تھی۔ لیکن انعام مانگنے کے لئے وہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ ذاکر صاحب بھی اس وقت ساتھ تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت اس نے ہم لوگوں کو بہت تکلیف دی ہے اسے ایک پیسہ نہ دیجئے لیکن مولانا نے ہنس کے فرمایا کہ نہیں ان کا حق ان کو ضرور دیا جائے گا۔ (آگے کی بات سننے سے پہلے یہ ذہن میں رکھ لیا جائے کہ یہ قصہ اس وقت کا ہے۔ جب کہ ایک روپیہ آج کے ۲۰ ۔ ۸ روپے کے برابر تھا۔ اس لئے جو لوگ بڑے سے بڑا انعام بھی بوائے کو دیتے تھے وہ زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ ہوتا تھا) اس کے بعد سنیئے کہ مولانا نے گن کر چار روپے نکالے اور اس کو دینے لگے۔ وہ سمجھا کہ یہ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ اور اس طرح میری بد سلوکی کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ حضرت مولانا نے فرمایا، لے لو یہ تمہارے ہی لئے ہیں۔ آخر بہت جھجکتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھایا اور حضرت نے وہ روپے اس کو دے دیئے۔

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ خود محمد ذاکر صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ اس کم بخت نے تو حضرتؒ کو اتنی تکلیف دی کہ خدمت کے لئے مجھے حضرت کے ساتھ بھی نہ رہنے دیا اور حضرت نے اسے اکھٹے چار روپے دے دیئے۔ بڑے سے بڑا انگریز بھی ان لوگوں کو ایک روپیہ سے زیادہ نہیں دیتا۔ حضرت نے فرمایا۔ بھائی ذاکر اصل بات یہ ہے کہ یہ بے چارہ سمجھتا تھا کہ انعام بس صاحب بہادروں سے ملتا ہے۔ ہماری صورتوں سے اسے کچھ ملنے کی امید نہیں تھی۔ اس لئے اس نے ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ اب ہمارا سفر تو ختم ہو گیا۔ میں نے یہ روپے اسے اس لئے دیئے ہیں کہ اسے معلوم ہو کہ ہم جیسے لوگ انگریزوں سے زائد دے سکتے ہیں۔ اب مجھے امید ہے کہ ہماری ایسی صورت والے اللہ والے اللہ کے کسی بندے کو انشا اللہ یہ آئندہ نہیں ستائے گا۔ بلکہ اس کو آرام پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

اسی ایک واقعہ سے حضرت کی عالی ظرفی اور مزاج ایمانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

عند اللہ مقبولیت کی ایک خاص نشانی

بعض حدیثوں میں اللہ کے خاص مقبول بندوں کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ انہیں دیکھ کر اور انکے پاس بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اس یاد کے لئے جس ایمانی مناسبت اور جس توفیق کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اس سے محروم ہیں ان کا تو ذکر نہیں۔ لیکن جن کو اللہ نے اس خیر سے محروم نہیں کیا ہے ان میں سے جس کو بھی حضرت سے قریب ہونے اور خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا ہوگا۔ یقین ہے کہ اس کو اس کا تجربہ ضرور ہوا ہوگا۔ کہ ان کے پاس بیٹھ کر یا ان کو دیکھ کر دل میں خدا کی یاد اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی تھی۔ خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ بہت سے امور میں میری رائے حضرتؒ سے متفق نہیں ہوتی اور رائے میں خاصہ بُعد ہوتا۔ لیکن جب خدمت میں حاضری ہوتی تو یہ یقین تازہ ہو جاتا کہ یہ اللہ کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں اور مجھ جیسوں کے لئے ان کی جوتیاں صاف کرنا اور قدموں کا غبار جھاڑنا بھی سعادت ہے۔

اللہ تعالےٰ اُن کی رُوح پر رحمتیں نازل فرمائے اور اُن کے ان ایمانی اوصاف کے ورثہ سے ہم کو محروم نہ رکھے۔

(بشکریہ الفرقان لکھنؤ)

رابعہ بصریہؒ

از جناب ماسٹر قاضی عبدالحمید مبارکپوری کالونی مڈل سکول رحیم یار خان

عزیز بچو! تم عموماً کہانیوں کے چشم براہ رہتے ہو کہ کوئی کہانی رسالہ میں آئے اور پڑھ کر حظ اُٹھائیں لہذا تمہاری شوق مندی کو پُورا کرنے کے لئے یہ کہانی تحریر کی گئی ہے جوکہ صرف مرغوب ہی نہیں بلکہ سچی بھی ہے۔ اس کو حضوریٔ قلب سے پڑھ کر حقیقی حظ اُٹھاؤ۔

بصرہ میں ایک بڑی زاہدہ و عابدہ ایک بزرگ رابعہ نام کی گزری ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ لیل و نہار اللہ تعالےٰ کی عبادت میں گزارتی تھیں پہاڑ پر ایک جھونپڑی میں زندگی گزارتی تھیں۔ اکثر لوگ رابعہ بصریہ کے پاس آتے۔ اللہ تعالےٰ و رسولؐ کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ایک دن ایک شخص حضرت رابعہ بصریہؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تاکہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے متعلق باتیں سُنے رابعہ بصریہؒ اس آدمی کو بہت دیر تک اللہ اور رسولؐ پاک کے حکم احکام سُناتی رہیں۔ جب اُس شخص نے جانے کی اجازت مانگی تو رابعہ بصریہ نے روک لیا کہ کھانا کھا کر جانا۔ وہ آدمی رُک گیا۔ مگر دل میں سوچنے لگا کہ یہاں نہ تو کھانے کا سامان ہے اور نہ پکانے کا انتظام اور نہ ہی کوئی پکانیوالا ہے۔ وہ اپنے دل میں حیران تھا کہ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اس کے پاس کچھ کھانے تھے۔ اُن کا وہ ایک حصّہ دے گیا رابعہ بصریہ نے کھانا لے کر رکھ لیا۔ اور خود عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک فقیر آیا۔ اور اُس نے سوال کیا کہ بھوکا ہوں اللہ کے واسطے کچھ کھانا دو۔ رابعہ بصریہؒ نے وہ کھانا جو کہیں سے آیا تھا۔ فقیر کو دے دیا۔ اب تو مہمان اور بھی حیران و ششدر ہوا۔ کہ یہ کھانا بھی فقیر کو دے دیا اب کہاں سے آئے گا؟ اتنے میں کسی نے صدا دی کہ یہ کھانا لے جاؤ۔ رابعہ بصریہؒ نے پوچھا۔ کتنے حصّے لائے ہو؟ اُس نے جواب دیا نو ۹ حصّے ہیں۔ رابعہ بصریہ نے کہا۔ مجھے تو دس ۱۰ حصّے چاہئیں۔ نو ۹ حصّے کیوں لائے ہو۔ واپس لے جاؤ۔ میں تو دس حصّے لوں گی۔ نو ۹ حصّے نہیں لیتی۔ وہ آدمی کھانا اپنے آقا کے پاس واپس لے گیا اور کہا کہ رابعہ بصریہ نہیں لیتیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ میں دس حصّے لوں گی۔ آقا بہت خفا ہوا اور کہا کہ میں نے تو دس ۱۰ حصّے لے جانے کو کہا تھا۔ تو نو ۹ حصّے کیوں لے کر گیا۔ ایک حصّہ اور ملا کر دس ۱۰ حصّے لے جا۔ وہ دس ۱۰ حصّے لے کر رابعہ بصریہ کے پاس آیا کہ میرا قصور معاف کیجئے۔ میں نے سُنا نہیں تھا۔ میرے آقا نے تو دس ۱۰ حصّے ہی بھیجے تھے۔ رابعہ بصریہؒ نے کہا۔ میں نے معاف کیا اور وہ شخص کھانا دے کر چلا گیا۔ رابعہ بصریہ نے اپنے مہمان سے کہا۔ اب تو پیٹ بھر کر کھانا کھا۔ مہمان نے سب کچھ باتیں دیکھ لی تھیں اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ آخر وہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کھانا کھانے سے پہلے پوچھا پہلے آپ نے کھانا واپس کیوں کر دیا تھا۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ دس حصّے آپ کو بھیجے تھے اور نوکر غلطی سے نو ۹ حصّے لے آیا تھا۔ رابعہ بصریہؒ نے کہا۔ یہ مجھے معلوم نہیں بلکہ میں نے تو ایک حصّہ جو پہلے کسی اور جگہ سے آیا تھا، اللہ تعالیٰ کے نام پر دے دیا تھا۔ اُس کے بدلے دس مانگے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو میرے نام پر صدق دلی سے ایک پیسہ یا ایک روپیہ یا کوئی دوسری چیز دے گا۔ اُس کو دس ۱۰ حصّے دنیا میں ستر ۷۰ حصّے آخرت میں دوں گا۔ یہ سُن کر مہمان کو خیال آیا کہ اللہ کے نیک بندے ایسے بھی ہیں اور وہ کھانا کھا کر اپنے گھر کو رخصت ہُوا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ ایک دن مسجد میں نماز پڑھنے گئی تھیں۔ کئی روز سے سوئی نہیں تھیں۔ تسبیح پڑھتے پڑھتے نیند آ گئی۔ چادر پاس رکھی ہوئی تھی ایک شخص مسجد میں آیا اور آپ کو سوئے ہوئے سمجھ کر چادر اُٹھا لی۔ اور اپنے گھر جانے لگا۔ جب مسجد کے دروازے پر پہنچا تو راستہ نظر نہ آیا۔ مسجد کے چاروں طرف چکر لگایا۔ مگر کہیں نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ آخر گھبرا کر چادر رکھ دی۔ جب خالی ہاتھ جانے لگا۔ تو راستہ نظر آ گیا۔ جب راستہ نظر آ گیا تو پھر بے ایمانی دل میں آ گئی اور دوبارہ چادر اُٹھا لی اور چل پڑا مگر مایوسی پھر دوسری دفعہ بھی ہوئی۔ یعنی راستہ نہیں ملا۔ آخر اس ڈر سے کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ چادر واپس رکھ کر جانے لگا تو راستہ نظر آ گیا۔ تیسری دفعہ جب چادر لینے گیا۔ تو ایک غیبی آواز آئی کہ تو چادر نہیں لے جا سکتا۔ جو خُدا کے خاص بندے ہیں۔ اُن کی حفاظت خدا کرتا ہے۔ اُس آدمی نے چوری سے توبہ کر لی۔ اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

بچو!

ہمیشہ نیک کام کرو اور بُرائی سے بچو۔ نیک کام کرنے والوں سے خدا بہت خُوش ہوتا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۰
قیمت ۴/ر

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۳۱/۹ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

بدل اشتراک
سالانہ للعہ/
ششماہی ۶/-

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔